ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

اپریل 2019ء - رجب المرجب 1440ھ (جلد 16 شمارہ 07)

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 16 شمارہ 07

اپریل 2019ء - رجب المرجب 1440ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس   مفتی محمد ناصر   مولانا طارق محمود

فی شمارہ.......... 25 روپے

سالانہ.......... 300 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈووکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ "التبلیغ" حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..............قصہ گو واعظین کی بے احتیاطی..........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط 174)....خرچ کرنے اور نذر ماننے کا اللہ کو علم ہے.....// // 6

درسِ حدیث ....نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی شفاعت.........// // 12

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

فقہی اختلافی مسائل میں شاہ ولی اللہ کا موقف (دوسری وآخری قسط)..........مفتی محمد رضوان 16

افادات وملفوظات...// // 26

سائنس کے میدان میں مسلمانوں کا عروج وزوال (دوسری وآخری قسط)....مولانا شعیب احمد 29

ماہِ ربیع الاول: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات.........مولانا طارق محمود 34

علم کے مینار:......... فقہ اسلامی کی تدوین وترویج میں

خواتین کا حصہ (حصہ اول).......................................مفتی غلام بلال 36

تذکرۂ اولیاء:......حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ثَمَغ نامی باغ وقف کرنا......مفتی محمد ناصر 42

پیارے بچو!............بیکری میں مختلف چیزیں!............مولانا محمد ریحان 48

بزمِ خواتین....رہائش اور خرچہ میں خواتین کے اختیارات (حصہ دوم)....مفتی طلحہ مدثر 50

آپ کے دینی مسائل کا حل..............کعبہ کو دیکھنے کے

وقت دعاء کا حکم (قسط 6)..ادارہ 59

کیا آپ جانتے ہیں؟..."فیض الباری" شرح بخاری کا مقام...مفتی محمد رضوان 72

عبرت کدہ....... حضرت موسیٰ کا جادوگروں سے مقابلہ.......مولانا طارق محمود 75

طب وصحت ...."کَمْأَةُ" اور اس کے پانی سے متعلق اطباء

ومحدثین کی آراء...حکیم مفتی محمد ناصر 81

اخبارِ ادارہ.........ادارہ کے شب وروز..............// // 88

اخبارِ عالم......قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........مولانا غلام بلال 89

Idara Ghufran

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

قصہ گو واعظین کی بے احتیاطی

ایک مرتبہ مجھے ایک دینی جلسہ میں شرکت کا موقع حاصل ہوا۔

پہلے میں نے بیان کر دیا، بعض اہلِ علم کی زبانی معلوم ہوا کہ میرے بیان کے بعد ایک مشہور مقرر صاحب کا بیان ہے، جن کا بیان بڑا عالیشان اور موثر ہوتا ہے اور ان کے بیان کو علماء وعوام میں بہت پسند کیا جاتا ہے، اس لیے اگر ہو سکے، تو ان کا بھی تھوڑا سا بیان سن لیا جائے۔

یہ پروگرام کیونکہ عشاء کے بعد تھا اور مجھے بیان کے بعد اپنے گھر واپس آنا تھا، اور فاصلہ کچھ زیادہ تھا، اس لیے میرے لیے ان مقرر صاحب کا مکمل ومفصل بیان تو سننا مشکل تھا، البتہ بعض حضرات کی خواہش پر میں ان کے بیان کے کچھ ابتدائی حصہ میں شریک رہا۔

سب سے پہلے تو ان خطیب صاحب نے خطبہ میں ایک موضوع ومن گھڑت حدیث پڑھی، جس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سند نہیں ملتی، اور اس کے بعد پھر فرمایا کہ رجب المرجب کا مبارک مہینہ شروع ہو گیا ہے، اور اس مہینہ میں ستائیسویں رات بہت مبارک رات ہے، کیونکہ اس رات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج شریف کا شرف حاصل ہوا تھا، اس لیے سال بھر میں شبِ قدر اور شبِ معراج دونوں انتہائی مبارک راتیں ہیں، حالانکہ شبِ معراج کی تاریخ اور مہینہ اور سال، سب میں ہی اختلاف ہے۔

پھر اس کے بعد انہوں نے معراج شریف کے حوالہ سے صحیح اور مضبوط احادیث و روایات اور واقعات کو نظر انداز کر کے موضوع، بے بنیاد، غیر معتبر اور عجیب وغریب روایات و واقعات کو خوب نمک، مرچ اور مسالہ لگا کر اور چٹ پٹا بنا کر پیش کیا، جس پر مجمع میں موجود عوام نے خوب نعرہ بازی کی اور اسٹیج پر موجود کئی اصحابِ علم بھی بڑے متاثر ہوئے۔

ایک واقعہ کو تو مذکورہ مقرر صاحب نے اس انداز میں بیان کیا، جس سے حضرت جبریل امین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کا اظہار ہو رہا تھا، لیکن مذکورہ مقرر صاحب نے اس کو اس

انداز میں بیان کیا، جیسا کہ وہ اپنے تئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین کی خوب تعریف و توصیف کر رہے ہوں۔

یہ سب کچھ منظر دیکھ کر میرے تو تعجب وحیرت کی انتہا نہ رہی اور ساتھ ہی افسوس بھی ہوا کہ اس طرح کے مقررین خوب لچھے دار آواز میں سُر لگا لگا کر اور الفاظ میں تصنع وتکلف پیدا کر کے، جب موضوع، بے بنیاد اور جھوٹی احادیث وروایات اور واقعات خوب نمک مرچ اور مسالہ لگا کر بیان کریں گے، اور عوام تو کیا علمائے کرام کی طرف سے بھی اس پر خوب دادِ تحسین حاصل ہوگی، تو پھر عوام اور سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد کے بگاڑ اور فساد کا کیا حال بنے گا۔

بعد میں جلسہ کے منتظم اور داعی صاحب نے ایک مرتبہ فون پر میرے سے رابطہ کیا، تو میں نے ان کو مذکورہ قصہ کو مشہور مقرر صاحب کے بیان میں مذکور موضوع اور بے بنیاد احادیث وروایات اور واقعات کے متعلق عرض کیا اور اپنے تعجب وحیرت اور افسوس کا اظہار کیا، جلسہ کے منتظم اور داعی چونکہ مخلص، لیکن کم علم تھے، اس لیے انہوں نے کہا کہ اس پر تو کام کرنے کی بہت ضرورت ہے، اور آپ اس طرح کی احادیث وروایات کی نشان دہی پر کام کریں گے، تو بہت فائدہ ہوگا، انہوں نے بتلایا کہ مذکورہ مقرر صاحب روزانہ مختلف بڑے بڑے مجامع میں کئی کئی بیانات کرتے ہیں، اور ان کے علاوہ بھی اس طرح کی سُر لگانے والے چند مقرر حضرات معروف ومشہور ہیں، ان کے بھی اسی طرح بڑے بڑے پروگرام ہوتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کی احادیث اور واقعات خوب مرچ مسالہ لگا کر سُر دار آواز میں بیان کرتے ہیں، اور عوام میں ان بیانات کی بڑی پذیرائی ہوتی ہے۔

یہ گفتگو سن کر میں نے تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا، اور دل ودماغ پر اس صورتِ حال کا بڑا اثر پڑا۔

اب اگر کسی عالمِ دین کی طرف سے ان مقررین کی طرف سے اس طرح کی بیان کردہ احادیث وروایات اور واقعات کی اسنادی حیثیت پر روشنی ڈالی جائے اور دلائل سے ان کا غیر معتبر اور موضوع ومنگھڑت ہونا بیان کیا جائے، تو ظاہر ہے کہ یہ تحقیق نہ تو اس طرح کے مقررین کو ہضم ہوگی، نہ ہی ان کی تصدیق وتائید کرنے والے اہلِ علم حضرات کو گوارا ہوگی، اور جنہوں نے اس طرح کی احادیث وروایات اور واقعات کو مختلف اوقات میں بار بار مشہور مقررین سے اسٹیج پر موجود اہلِ علم حضرات کی موجودگی اور تائید میں سنا ہو،

وہ ان احادیث وروایات اور واقعات کی تردید کو کیسے قبول کرنے پر آمادہ ہوں گے۔
بہر حال اس طرح کی احادیث وروایات اور واقعات کی اسنادی حیثیت اور ان کے ثبوت کی تحقیق کی تو اپنی جگہ ضرورت ہے، لیکن اس قسم کے مقررین سے درخواست ہے کہ وہ اللہ کے رسول کے نائب اور وارث بن کر اور عوام کے مقتدا اور رہبر ہونے کی حیثیت سے عوام کے سامنے تشریف لے جاتے ہیں، ان پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا صحیح پیغام ہی عوام اور مخاطبین تک پہنچائیں اور اس طرح کی احادیث وروایات اور واقعات کی اسنادی تحقیق سے پہلے اپنی اور مخاطبین کی نجات کی خاطر ان کو بیان کرنے سے اجتناب فرمائیں۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ (بخاری، رقم الحدیث ۱۰۶، کتاب العلم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، پس بے شک جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا تو اسے چاہیے کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم، مقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سُنی ہوئی بات کو بیان کر دے (مسلم)

امام مسلم نے ابنِ وہب سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ لِي مَالِكٌ: اعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ يَسْلَمُ رَجُلٌ حَدَّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ، وَلَا يَكُونُ إِمَامًا أَبَدًا وَهُوَ يُحَدِّثُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم، ایضاً حوالہ بالا)

ترجمہ: مجھے امام مالک نے فرمایا کہ یہ بات جان لیجیے کہ وہ آدمی سلامت نہیں رہ سکتا، جو ہر سنی ہوئی بات کو بیان کرے، اور ایسا آدمی کبھی امام و مقتدا شمار نہیں ہو سکتا کہ جو ہر سنی (یا پڑھی) ہوئی بات کو بیان کرے (مسلم)

درسِ قرآن (سورہ بقرہ: قسط نمبر174، آیت نمبر270) مفتی محمد رضوان

خرچ کرنے اور نذر ماننے کا اللہ کو علم ہے

وَمَا أَنۡفَقۡتُمۡ مِنۡ نَّفَقَةٍ أَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَذۡرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ أَنۡصَارٍ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٧٠)

ترجمہ: اور جو خرچ کرو گے تم، کوئی بھی خرچ، یا نذر مانو گے تم، کوئی بھی نذر، تو بے شک اللہ جانتا ہے، اس کو، اور نہیں ہوں گے ظلم کرنے والوں کے لیے کوئی مددگار (سورہ بقرہ)

تفسیر وتشریح

سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے، خواہ وہ زکاۃ کی شکل میں ہو، یا صدقات کی شکل میں ہو، اور اچھی چیز ہو یا بُری چیز ہو، اور بڑی چیز ہو یا کوئی چھوٹی چیز، اس کا اللہ کو پوری طرح علم ہے، اسی طریقہ سے انسان جس کام کی بھی نذر ومنت مانتا ہے، خواہ وہ بڑے کام کی ہو یا چھوٹے کام کی ہو، اور خواہ وہ اچھی ہو یا بُری ہو، اس کا اللہ کو پوری طرح علم ہے، اور بلاشبہ، اللہ تعالیٰ اس عمل کے مطابق اس کا بدلہ عطا فرمائے گا۔

اور جو ظالم لوگ ہیں، یعنی جو کفار ومشرکین ہیں، ان کا اللہ کے سامنے کوئی مددگار نہ ہوگا، نہ تو ان کے بت اور معبودانِ باطلہ، ان کی کوئی مدد کر پائیں گے، اور نہ ہی انبیاء، صلحاء ومومنین وغیرہ کی طرف سے ان کی کوئی مدد ہو سکے گی۔

اسی کا ذکر قرآن مجید کی مختلف آیات میں آیا ہے۔

چنانچہ سورہ بقرہ میں ہی یہ آیت پہلے گزر چکی ہے کہ:

يَسۡـــئَلُوۡنَکَ مَاذَا يُنۡفِقُوۡنَ قُلۡ مَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ خَيۡرٍ فَلِلۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ(سورة البقرة، رقم الآية ٢١٥)

ترجمہ: سوال کرتے ہیں یہ لوگ آپ سے کہ کیا خرچ کریں وہ؟ آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ بھی خرچ کرو تم خیر کی چیز، تو وہ والدین کے لئے ہے اور اقرباء کے لئے ہے اور یتیموں کے لئے ہے اور مسکینوں کے لئے ہے اور مسافروں کے لئے ہے اور جو بھی کرو گے تم، خیر کا کام، تو بے شک اللہ اس کو خوب جانتا ہے (سورہ بقرہ)

اور سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَىْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ (سورة آل عمران، رقم الآية ۹۲)

ترجمہ: تم ہرگز کامیابی کو نہیں پاسکتے، یہاں تک کہ خرچ کرلو تم، ان چیزوں میں سے، جن کو تم پسند کرتے ہو، اور وہ جو خرچ کرو گے تم کوئی بھی چیز، تو بے شک اللہ اس کو اچھی طرح جانتا ہے (سورہ آل عمران)

اور سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَىْءٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (سورة الانفال، رقم الآية ٦٠)

ترجمہ: اور جو خرچ کرو گے تم کوئی بھی چیز، اللہ کے راستے میں، تو پورا پورا دیا جائے گا تمہاری طرف (اس کا اجر وثواب) اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا (سورہ انفال)

اور سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة التوبة، رقم الآية ۱۲۱)

ترجمہ: اور نہیں خرچ کرتے وہ کوئی بھی خرچ چھوٹا ہو، اور نہ بڑا ہو، اور نہیں طے کرتے وہ کسی وادی کو، مگر لکھ دیا جاتا ہے، ان کے لیے، تاکہ جزا دے ان کو اللہ، بہتر اس سے جو یہ عمل کرتے تھے (سورہ توبہ)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ جو کچھ بھی چھوٹی بڑی چیز خرچ کی جاتی ہے، وہ اللہ کے علم میں ہوتی

ہے کہ کس نیت ومقصد سے اور کس مصرف میں خرچ کی گئی، اور اللہ اسی کے مطابق اس پر اجر وثواب عطا فرمائے گا، یا مؤاخذہ فرمائے گا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّکَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِيْ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ إِلَّا أُجِرْتَ عَلَيْهَا، حَتّٰى مَا تَجْعَلُ فِيْ فَمِ امْرَأَتِکَ (بخاری، رقم الحديث ۵۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آپ ہرگز بھی کوئی چیز خرچ نہیں کرتے، جس سے آپ اللہ کی رضا کو چاہتے ہوں، لیکن اس پر آپ کو اجر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ جو چیز آپ اپنی بیوی کے منہ میں رکھتے ہیں، اس پر بھی (بخاری)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ ہر خیر کے کام میں خرچ کرنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔

اسی طرح سے قرآن مجید کی کئی آیات میں ظالموں وکافروں کا آخرت میں کوئی مددگار نہ ہونے کا ذکر ہے۔

چنانچہ سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ أُولٰئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِيْنَ (سورة آل عمران، رقم الآية، ۹۱)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، ان میں سے کسی کی طرف سے زمین بھر سونے کو، اگرچہ وہ فدیہ دے اس کا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے ''عذابِ الیم'' ہے، اور نہیں ہوں گے، ان کے لیے کوئی مدد کرنے والے (سورہ آلِ عمران)

اور سورہ آل عمران ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ (سورة آل عمران، رقم الآية ۱۹۲)

ترجمہ: اورنہیں ہوں گے ظالموں کے لیے کوئی مددگار (سورہ آل عمران)

اورسورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (سورة المائدة، رقم الآية ٧٢)

ترجمہ: بلاشبہ تحقیق کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ ہی مسیح مریم کا بیٹا ہے، حالانکہ کہا مسیح نے کہ اے بنی اسرائیل! عبادت کرو تم اللہ کی، جو میرا رب ہے، اور تمہارا رب ہے، بے شک جو شرک کرے گا اللہ کے ساتھ، تو یقیناً حرام کردے گا اللہ اس پر جنت کو، اور اس کا ٹھکانہ آگ ہوگا، اور نہیں ہوں گے، ظالموں کے لیے کوئی مددگار (سورہ مائدہ)

اورسورہ فاطر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ (سورة فاطر، رقم الآيات ٣٦، ٣٧)

ترجمہ: پس چکھو تم، پس نہیں ہے، ظالموں کے لیے کوئی مددگار (سورہ فاطر)

اورسورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ (سورة غافر، رقم الآية ١٨)

ترجمہ: نہیں ہوگا ظالموں کے لیے کوئی حمایتی اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا، جس کی مانی جائے (سورہ غافر)

خلاصہ یہ کہ آخرت میں کافروں کے لیے کوئی مددگار وشفاعت کار نہ ہوگا۔

نذرومنت کے بارے میں بھی قرآن وحدیث میں بنیادی احکامات کا ذکر ہوا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ (سورة الحج، رقم الآية ٢٩)

ترجمہ: اورلوگوں کو چاہیئے کہ اپنی نذریں (ومنتیں) پوری کریں (سورہ حج)

اور قرآن مجید ہی میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (سورۃ الدھر، رقم الآیۃ ۷)

ترجمہ: (نیک لوگ) اپنی نذروں (ومنتوں) کو پورا کرتے ہیں (سورہ دھر)

اس سے معلوم ہوا کہ نیک کام کی نذر ومنت کو پوری کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے، اور اس کو پورا کرنا نیک لوگوں کی شان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَذَرَ أَنْ یُّطِیْعَ اللّٰہَ فَلْیُطِعْہُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ یَعْصِیَہٗ فَلَا یَعْصِہٖ (بخاری، رقم الحدیث ۶۶۹۶، کتاب الایمان والنذور، باب النذر فی الطاعۃ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی اطاعت (وفرمانبرداری یعنی عبادت کے کام) کی نذر (ومنت) مانی، تو اُسے چاہئے کہ وہ اُس اطاعت (عبادت کے کام) کو کرے، اور جس نے اللہ کی نافرمانی (اور گناہ والے کام) کی نذر (ومنت) مانی، تو اُسے چاہئے کہ وہ اُس نافرمانی (یعنی گناہ کے کام) کو نہ کرے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ نذر ومنت عبادت والے کام کے لئے ہوتی ہے، گناہ والے کام کے لئے نہیں ہوتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَۃٍ وَکَفَّارَتُہٗ کَفَّارَۃُ یَمِیْنٍ (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۳۲۹۰، کتاب الأیمان والنذور، باب من رأی علیہ کفارۃ إذا کان فی معصیۃ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ کے کام کی نذر ومنت جائز نہیں، اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے (ابوداؤد)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَلنَّذْرُ نَذْرَانِ: فَمَا کَانَ مِنْ نَذْرٍ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ فَذٰلِکَ لِلّٰہِ وَفِیْہِ الْوَفَاءُ، وَمَا کَانَ مِنْ نَذْرٍ فِیْ

مَعْصِيَةِ اللّٰهِ فَذٰلِكَ لِلشَّيْطَانِ وَلَا وَفَاءَ فِيهِ، وَيُكَفِّرُهُ مَا يُكَفِّرُ الْيَمِينَ

(سنن النسائی،رقم الحدیث ۳۸۴۵،کتاب الأیمان والنذور، باب کفارۃ النذر)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، آپ نے فرمایا کہ نذرومنت دو طرح کی ہے، ایک تو وہ جو اللہ کی اطاعت والے کام کی ہو، تو یہ تو اللہ کے لئے ہوتی ہے، اوراس کو پورا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے، اوردوسری وہ نذرومنت جوکہ اللہ کی نافرمانی والے کام کی ہو، تو یہ شیطان کے لئے ہے، اوراس کو پورا نہیں کیا جائے گا، اوراس کا وہی کفارہ ادا کیا جائے گا، جوقسم کا کفارہ ادا کیا جاتا ہے(نسائی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر گناہ کے کام کی نذرومنت مان لی جائے، تو اس کی خلاف ورزی پر قسم کا کفارہ ہوگا۔

بہرحال نذرومنت، درحقیقت عبادت کے کام کے لئے ہوتی ہے، گناہ کے کام کے لئے نہیں ہوتی۔ پس اگر کوئی زبان سے نذرومنت مان کر اپنے ذمہ ایسی عبادت کو لازم کرلے، جوکہ پہلے سے اس کے ذمہ لازم نہیں تھی، تو اس کے ذمہ اس نذرومنت کا پورا کرنا ضروری ہوجاتا ہے، خواہ وہ نذر ومنت غیرمشروط ہو(مثلاً یہ کہ اس پر اتنی رکعت نفل نماز واجب ہے) یا مشروط ہو(مثلاً اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میرے ذمہ اتنے روزے لازم ہیں)

اوراگر کسی نے نعوذ باللہ تعالیٰ ایسے کام کی نذرومنت مانی جو بذاتِ خود گناہ یا حرام ہے، مثلاً شراب پینے کی، یا قتل کرنے کی، یا بے وضو نماز پڑھنے کی، یا غیرُ اللہ کے لئے عبادت کرنے کی، تو اس طرح کی نذرومنت منعقد نہیں ہوگی، اوراس کو پورا کرنا جائز نہیں ہوگا۔

اوراگر کسی نے ایسی نذرومنت مان لی، تو خلاف ورزی پر بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک اس پر اس طرح کی نذرومنت کا کفارہ بھی لازم ہوگا، جوکہ قسم ٹوٹنے کے کفارہ کی طرح ہے۔

خلاصہ یہ کہ انسان، جو چیز بھی اچھی یا بری، اورچھوٹی یا بڑی خرچ کرے، یا کسی طرح کی نذرومنت مانے، تو اس کا اللہ کو علم ہے، اوراللہ اس کے مطابق جزا یا سزا عطا فرمائے گا، اور جو ظالم وکافر ہوگا، اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

نمازِ جنازہ پڑھنے والوں کی شفاعت

بعض احادیث میں مخصوص تعداد میں مومن بندوں کے کسی مومن وموحد کی نمازِ جنازہ پڑھنے کی صورت میں میت کے لیے شفاعت واستغفار کرنے پر شفاعت قبول کیے جانے کا ذکر آیا ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :مَا مِنْ مَيِّتٍ تُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُونَ مِائَةً، كُلُّهُمْ يَشْفَعُونَ لَهُ، إِلَّا شُفِّعُوا فِيهِ (مسلم، رقم الحديث ۹۴۷ "۵۸")

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی میت ایسی نہیں، جس کی نماز جنازہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت ادا کرے، جن کی تعداد سو ہو جائے، اور وہ سب اس کے لئے (بخشش ومغفرت کی) شفاعت کریں، اور ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول نہ کی جائے (مسلم)

مذکورہ حدیث میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی شکل میں میت کے لیے دعائے مغفرت کرنے کو شفاعت کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ نمازِ جنازہ پڑھنے والے بھی دراصل اللہ کے سامنے میت کی بخشش ومغفرت کی درخواست کرتے ہیں۔

مذکورہ حدیث میں سو افراد کے شفاعت کرنے یعنی نمازِ جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کریب سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ مَاتَ ابْنٌ لَهُ بِقُدَيْدٍ -أَوْ بِعُسْفَانَ -فَقَالَ :يَا كُرَيْبُ، انْظُرْ مَا اجْتَمَعَ لَهُ مِنَ النَّاسِ، قَالَ :فَخَرَجْتُ، فَإِذَا نَاسٌ قَدِ اجْتَمَعُوا لَهُ، فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ :تَقُولُ هُمْ أَرْبَعُونَ؟ قَالَ :نَعَمْ، قَالَ : أَخْرِجُوهُ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ :مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ، فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا، لَا يُشْرِكُونَ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللهُ فِيهِ (مسلم، رقم الحديث ۹۴۸ "۵۹")

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا ''مقامِ قدید یا عسفان'' میں انتقال ہوگیا، توانہوں نے فرمایا کہ اے کریب! دیکھو اس کے لئے کتنے لوگ جمع ہوئے ہیں، میں نکلا تو کچھ لوگ جمع ہو چکے تھے، میں نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے اندازے میں وہ چالیس افراد ہیں؟ ابنِ کریب نے کہا جی ہاں! تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میت کو (نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے) نکال لاؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی مسلمان فوت ہو جائے، اور اس کے جنازہ میں چالیس ایسے آدمی شریک ہو جائیں، جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ ہوں، تو اللہ ان کی شفاعت کو اس میت کے حق میں قبول فرمالیتا ہے (مسلم)

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

مَا مِنْ أَرْبَعِينَ مِنْ مُؤْمِنٍ يَستغفرون لِمُؤْمِنٍ، إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللَّهُ (سنن ابن ماجه،

رقم الحدیث ۱۴۸۹) [1]

ترجمہ: جو چالیس مومن، کسی مومن کے لیے استغفار کریں، تو اللہ ان کی شفاعت کو قبول فرماتا ہے(ابن ماجہ)

نمازِ جنازہ میں چونکہ میت کے لیے استغفار کیا جاتا ہے، اس لیے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت میں نمازِ جنازہ کا ذکر ہے، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں استغفار کرنے کا ذکر ہے۔

جن روایات میں زیادہ تعداد کا ذکر ہے، بعض محدثین نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ وہ پہلے کی روایات ہوں، اور بعد میں چالیس افراد کی شفاعت کو بھی وہی درجہ دے گیا گیا ہو، جو پہلے سوافراد کی تعداد کو دیا گیا تھا۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اگر زیادہ پختہ ایمان والے یعنی نیک صالح اور متقی لوگ ہوں گے، تو ان کے تعداد میں کم ہونے کی صورت میں بھی شفاعت کو قبول کیا جاتا ہو، اور عام مومن ہونے کی صورت میں زیادہ تعداد ہو، تو تب ہی شفاعت کو قبول کیا جاتا ہو، یا پھر اخلاص کے ساتھ دعا کرنے نہ کرنے کی وجہ سے بھی تعداد میں فرق پڑ جاتا ہو۔

البتہ بعض حضرات نے فرمایا کہ مذکورہ احادیث وروایات میں سو یا چالیس کی حد بندی مراد نہیں ہے، بلکہ کثرت مراد ہے، یعنی جس مومن بندہ کی نمازِ جنازہ میں مومنوں کی بڑی اور کثیر تعداد شریک ہو، اس کے لیے یہ فضیلت ہے۔

پھر ضروری نہیں کہ مذکورہ شفاعت کی وجہ سے میت کو بالکل عذاب ہی نہ ہو، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے مومن ہونے کی حیثیت سے شفاعت کو قبول کیا جاتا ہو، اور وہ بندہ اگر گناہ گار ہو، تو آخرت میں کچھ سزا پانے کے بعد شفاعت قبول کی جائے، جس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ شروع میں ہی شفاعت قبول کر لی جائے۔وَاللّٰہُ أَعْلَمُ۔

(ملاحظہ ہو: مرقاۃ المفاتیح، ج۳ص ۱۲۰۱، کتاب الجنائز، المشی بالجنازۃ والصلاۃ علیھا، شرح صحیح البخاری لابن بطال، ج۳، ص ۳۰۲، کتاب الاستسقاء، ابواب تقصیر الصلاۃ، باب من صف صفین أو ثلاثۃ علی الجنازۃ خلف الإمام)

---

[1] قال شعیب الارنؤط: إسنادہ جید (حاشیہ سنن ابن ماجہ)

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام اضافہ واصلاح شدہ ساتواں ایڈیشن

ماہِ رمضان

کے فضائل واحکام

اس کتاب میں قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں اسلامی سال کے نویں مہینہ ''ماہِ رمضان'' اور اس سے متعلق فضائل واحکام، منکرات وبدعات کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ رمضان کے مہینہ کے فضائل واحکام، چاند کے فضائل واحکام، روزہ کے فضائل واحکام، سحری کے فضائل واحکام، افطاری کے فضائل واحکام، لیلۃ القدر کے فضائل واحکام اور ان سے متعلق رائج منکرات واصلاحات کو مدلل ومفصل انداز میں بیان کیا گیا ہے، ساتھ ہی تراویح اور مسنون اعتکاف کی فضیلت واہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

مصنّف

مفتی محمد رضوان

(بسلسلہ: نماز کے فضائل واحکام)

نمازِ تراویح

کے فضائل واحکام

رمضانُ المبارک کے ایک اہم عمل نمازِ تراویح کے تفصیلی فضائل واحکام

نمازِ تراویح اور اُس میں قرآن مجید کی تلاوت وسماعت کی فضیلت واہمیت

نمازِ تراویح کی مسنون تعداد کے ثبوت پر تفصیلی دلائل اور شبہات کا ازالہ

نمازِ تراویح کی جماعت، امامت واقتداء کے احکام

تراویح کی نماز میں سجدۂ تلاوت اور رکعت میں غلطی واقع ہوجانے کے احکام

نمازِ وتر اور اس کی جماعت کے احکام

تراویح کی نماز سے متعلق اہم مسائل پر تحقیقی کلام

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

051-4455301
051-4455302

Sweet Palace

سویٹ پیلس

SWEET PALACE

Satellite Town plaza, 4th B Road,
Commercial Market, Satellite Town,
Rawalpindi. (Pakistan)

مقالات ومضامین

مفتی محمد رضوان

فقہی اختلافی مسائل میں شاہ ولی اللہ کا موقف (دوسری وآخری قسط)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

أما أنواع الاختلاف فهى فى الأصل قسمان اختلاف تنوع واختلاف تضاد.

واختلاف التنوع على وجوه منه ما يكون كل واحد من القولين أو الفعلين حقا مشروعا كما فى القراء ات التى اختلف فيها الصحابة حتى زجرهم رسول الله صلى الله عليه و سلم عن الاختلاف وقال كلاكما محسن.

ومثله اختلاف الأنواع فى صفة الأذان والإقامة والاستفتاح والتشهدات وصلاة الخوف وتكبيرات العيد وتكبيرات الجنازة إلى غير ذلک مما شرع جميعه وإن كان قد يقال إن بعض أنواعه أفضل.

ثم نجد لكثير من الأمة فى ذلک من الاختلاف ما أوجب اقتتال طوائف منهم كاختلافهم على شفع الإقامة وإيتارها ونحو ذلک وهذا عين المحرم.

ومن لم يبلغ هذا المبلغ فتجد كثيرا منهم فى قلبه من الهوى لأحد هذه الأنواع والإعراض عن الآخر أو النهى عنه ما دخل به فيما نهى عنه النبى صلى الله عليه و سلم .

ومنه ما يكون كل من القولين هو فى الواقع فى معنى قول الآخر لكن العبارتان مختلفتان كما قد يختلف كثير من الناس فى ألفاظ الحدود والتعريفات وصيغ الأدلة والتعبير عن المسميات وتقسيم الأحكام وغير ذلک، ثم الجهل أو الظلم هو الذى يحمل على حمد إحدى المقالتين وذم الأخرى.

ومنه ما يكون المعنيان غيرين لكن لا يتنافيان فهذا قول صحيح وذلک قول صحيح وإن لم يكن معنى أحدهما هو معنى الآخر وهذا كثير فى المنازعات جدا.

ومنه ما يكون طريقتان مشروعتان ولكن قد سلک رجل أو قوم هذه الطريقة وآخرون قد سلكوا الأخرى وكلاهما حسن فى الدين. ثم الجهل أو الظلم يحمل على ذم أحدهما أو تفضيله بلا قصد صالح أو بلا علم أو بلا نية .

وأما اختلاف التضاد فهو القولان المتنافيان إما فى الأصول وإما فى الفروع عند

الجمهور الذين يقولون المصيب واحد وإلا فمن قال كل مجتهد مصيب فعنده هو من باب اختلاف التنوع لا اختلاف التضاد.

فهذا الخطب فيه أشد لأن القولين يتنافيان لكن نجد كثيرا من هؤلاء قد يكون القول الباطل الذى مع منازعه فيه حق ما أو معه دليل يقتضى حقا ما فيرد الحق فى هذا الأصل كله حتى يبقى هذا مبطلا فى البعض كما كان الأول مبطلا فى الأصل كما رأيته لكثير من أهل السنة فى مسائل القدر والصفات والصحابة وغيرهم.

وأما أهل البدعة :فالأمر فيهم ظاهروكما رأيته لكثير من الفقهاء ، أو لأكثر المتأخرين فى مسائل الفقه، وكذلك رأيت الاختلاف كثيرا بين بعض المتفقهة، وبعض المتصوفة، وبين فرق المتصوفة، ونظائره كثيرة.

ومن جعل الله له هداية ونورا رأى من هذا ما يتبين له به منفعة ما جاء فى الكتاب والسنة :من النهى عن هذا وأشباهه، وإن كانت القلوب الصحيحه تنكر هذا ابتداء ، لكن نور على نور.

وهذا القسم -الذى سميناه :اختلاف التنوع -كل واحد من المختلفين مصيب فيه بلا تردد، لكن الذم واقع على من بغى على الآخر فيه، وقد دل القرآن على حمد كل واحد من الطائفتين فى مثل ذلك إذا لم يحصل بغى. كما فى قوله :(مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ)وقد كانوا اختلفوا فى قطع الأشجار فقطع قوم وترك آخرون .وكما فى قوله:(وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ -فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا)فخص سليمان بالفهم وأثنى عليهما بالعلم والحكم.وكما فى إقرار النبى صلى الله عليه وسلم -يوم بنى قريظة لمن صلى العصر فى وقتها، ولمن أخرها إلى أن وصل إلى بنى قريظة.

وكما فى قوله صلى الله عليه وسلم :إذا اجتهد الحاكم فأصاب فله أجران، وإذا اجتهد فأخطأ فله أجر. ونظائره كثيرة.

وإذا جعلت هذا قسما آخر صار الاختلاف ثلاثة أقسام .

وأما القسم الثانى من الاختلاف المذكور فى كتاب الله :فهو ما حمد فيه إحدى الطائفتين، وهم المؤمنون، وذم فيه الأخرى ......وأكثر الاختلاف الذى يؤول إلى

الأهواء بين الأمة من القسم الأول وكذلك آل إلى سفك الدماء ، واستباحة الأموال، والعداوة والبغضاء ؛ لأن إحدى الطائفتين لا تعترف للأخرى بما معها من الحق ولا تنصفها بل تزيد على ما مع نفسها من الحق زيادات من الباطل والأخرى كذلك.وكذلك جعل الله مصدره البغي في قوله :(وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ)لأن البغي :مجاوزة الحد

(اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم،لابن تيمية،ص٣٧،فصل حال البشر قبل البعثة المحمدية)

ترجمہ: جہاں تک کہ اختلافِ اقسام کا تعلق ہے،تو وہ بنیادی طور پر دوقسمیں ہیں،ایک کا نام ''اختلافِ تنوع'' ہے،اوردوسری کا نام ''اختلافِ تضاد'' ہے۔

اور''اختلافِ تنوع'' کی مختلف صورتیں ہیں، جن میں سے ایک صورت وہ ہے کہ دو اقوال یادوافعال میں سے ہرایک حق اورمشروع ہو،جیسا کہ قرآن کی وہ تمام قرائتیں، جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہوا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کواس سلسلہ میں اختلاف کرنے سے تنبیہ فرمائی، اورفرمایا کہ تم دونوں اچھا عمل کرنے والے ہو۔

اوراسی طرح اذان اوراقامت اورنماز شروع کرنے کی دعاؤں اورتشہد کے صیغوں اور نمازِ خوف اورعید کی تکبیرات اور جنازہ کی تکبیرات اوران کے علاوہ ان تمام اعمال کے طریقوں کی مختلف انواع ہیں، جوسب کی سب مشروع ہیں،اگرچہ بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ بعض انواع افضل ہیں(لیکن اس کے باوجود یہ اختلافِ تنوع میں ہی داخل ہیں)

پھرامت کے بہت سے افراد کوہم اس سلسلہ میں ایسے اختلاف میں مبتلا پاتے ہیں، جو اِن میں سے بعض جماعتوں کے ساتھ قتال تک کوثابت کرتے ہیں،جیسا کہ اقامت دو دو مرتبہ یا ایک ایک مرتبہ کہنا اور اس کے علاوہ دوسرے مسائل میں اختلاف ، اوریہ(یعنی اس قسم کے مسائل میں مذکورہ تشدد اختیار کرنا) بذاتِ خود حرام کام ہے (لیکن ان مسائل میں سے کسی ایک شق پرعمل کرنا حرام کام نہیں)

اورجولوگ اس حد تک نہیں پہنچے(کہ ان مسائل میں ایک دوسرے سے قتال کے مرتکب

ہوں) تو اُن میں سے اکثر کو آپ اس حالت میں مبتلا پائیں گے کہ ان کے دل میں ان مسائل کی بعض جہات کے لیے خواہش ہوگی، اور دوسری جہات سے اعراض ہوگا، یا ان کی دل میں ممانعت ہوگی، اور یہ طریقے (خواہ قتال کی شکل میں ہوں یا ایک صورت سے اعراض وممانعت کی شکل میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی منع کردہ چیزوں میں داخل ہیں۔ [1]

اور ''اختلافِ تنوع'' کی ایک صورت یہ ہے کہ دونوں قولوں میں سے ہر ایک دوسرے قول کے معنیٰ میں ہو، لیکن دونوں کی عبارات مختلف ہوں، جیسا کہ بعض اوقات بہت سے حضرات کا حدود اور تعریفات کے الفاظ میں اختلاف ہوتا ہے، اور دلائل کے صیغوں میں اور چیزوں کے ناموں کی تعبیر میں اور احکام کی تقسیم وغیرہ میں اختلاف ہوتا ہے، پھر جہل یا ظلم ان دو اقوال میں سے ایک کی تعریف پر اور دوسرے کی برائی کرنے پر ابھار دیتا ہے۔ [2]

اور ''اختلافِ تنوع'' کی ایک صورت یہ ہے کہ جن کے معنیٰ ایک دوسرے سے مختلف ہوں، لیکن اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کے متنافی نہ ہوں، اور یہ قول بھی صحیح ہو اور ان میں سے دوسرا قول بھی صحیح ہو، اگرچہ ان میں سے ایک، دوسرے کے معنیٰ میں نہ ہو، اور آپس کے تنازعات میں اس طرح کے مسائل بہت زیادہ ہیں۔ [3]

اور ''اختلافِ تنوع'' کی ایک صورت یہ ہے کہ دونوں طریقے مشروع ہوں، لیکن ایک آدمی یا ایک قوم اس طریقہ پر چلے، اور دوسرے لوگ دوسرے طریقہ پر چلیں، اور دونوں طریقے دین میں اچھے ہوں، پھر جہل یا ظلم ان میں سے ایک کی برائی یا فضیلت پر ابھار دے، جس میں نیک ارادہ شامل نہ ہو، یا علم کے بغیر ایسا کرے یا نیت کے بغیر

---

[1] یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے امور اور غلو سے منع کیا ہے۔ محمد رضوان۔

[2] یعنی اگرچہ مندرجہ بالا نوعیت کا اختلاف ایک دوسرے کے متعارض نہیں ہوتا، لیکن جہالت یا تعصب وظلم وغیرہ، ان میں سے ایک عمل کی تعریف اور دوسرے کی برائی پر ابھار دیتا ہے۔
افسوس کہ اس طرزِ عمل میں موجودہ دور کے بہت سے علماء داخل ہیں، جو خود اپنی اصلاح کرنے کے بجائے اس طرزِ عمل کی اصلاح کی طرف متوجہ کرنے والوں کے ہی درپے ہوتے ہیں۔ محمد رضوان۔

[3] اس قسم کے مسائل میں بھی جہالت یا تعصب کی بنیاد پر بہت سے لوگوں نے تشدد کی فضا قائم کرلی ہے، جس کی وجہ سے یہ اختلاف، تنوع کے بجائے متضاد معلوم ہونے لگا ہے۔ محمد رضوان۔

ایسا کرے۔ [1]

جہاں تک کہ ''اختلافِ تضاد'' کا تعلق ہے، تو وہ ایسے دو قول کہلاتے ہیں، جو ایک دوسرے کے منافی اور مقابل ہوں، یا تو اصول میں یا فروع میں، جمہور کے نزدیک جو اس بات کے قائل ہیں کہ مجتہد مصیب ایک ہوتا ہے، ورنہ جو حضرات ہر مجتہد کے مصیب ہونے کے قائل ہیں، تو ان کے نزدیک یہ بھی اختلافِ تنوع کے باب سے ہی تعلق رکھتا ہے، اختلافِ تضاد کے باب سے تعلق نہیں رکھتا۔

پس اس ''اختلافِ تضاد'' کا معاملہ زیادہ شدید ہے، کیونکہ یہاں دونوں قول ایک دوسرے کے منافی ہوتے ہیں، لیکن ہم ان میں سے بیشتر کو اس حال میں پاتے ہیں کہ وہ قول، جس کے ساتھ باطل کی منازعت ہوتی ہے، اس میں بھی فی الجملہ حق موجود ہوتا ہے، یا اس کے ساتھ ایسی دلیل ہوتی ہے، جو فی الجملہ حق کا تقاضا کرتی ہے، پس وہ اس اصل کے کلی حق ہونے کی تردید کر دیتا ہے، یہاں تک کہ اس کا جزوی حیثیت سے باطل ہونا باقی رہ جاتا ہے، جیسا کہ اول بھی اصل میں باطل کرنے والا تھا (یعنی ہر ایک کے ساتھ فی الجملہ حق کا تقاضا یا حق کی دلیل ہونے کی وجہ سے کسی ایک کا بھی بالکلیہ بطلان ثابت نہیں ہوتا، اور دونوں میں سے ہر ایک کے حق وصواب پر ہونے کا احتمال موجود ہوتا ہے) جیسا کہ آپ تقدیر اور صفاتِ الٰہی کے مسائل میں بیشتر اہلُ السنہ والجماعۃ اور صحابہ وغیرہ کے اختلاف کو دیکھتے ہیں۔

اور رہے اہلِ بدعت، تو ان میں اُن کا حکم ظاہر ہے (کہ ان کے ساتھ فی الجملہ حق ہونے کی معتبر دلیل نہیں ہوتی) اور جیسا کہ آپ اکثر فقہاء کو دیکھتے ہیں، یا اکثر متاخرین کو فقہ کے مسائل میں دیکھتے ہیں، اور اسی طریقہ سے اکثر اختلاف کو بعض پُرتکلف فقہاء اور بعض

---

[1] چنانچہ فقہ میں بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ مثلاً امام شافعی وغیرہ نے ایک طریقہ کو اختیار کیا، اور امام ابو حنیفہ نے دوسرے طریقہ کو اختیار کیا، مگر ان میں سے کسی طریقہ کو دوسرے نے بُرا نہ کہا، اور شرعی دلائل سے دونوں کا ثبوت پایا جاتا ہے، جیسا کہ نماز میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا، لیکن بعد میں مختلف اسباب نے ان میں تشدد پیدا کر دیا، اور ایک نے دوسرے کی قباحت بیان کرنا شروع کر دی، جیسا کہ آج کل اس پر بے شمار تحریرات وتقریرات شاہد ہیں، پھر ان متشددین نے یہ ظلم بھی کیا کہ جو شخص ان کو اس غلطی اور ان کے تشدد کی اصلاح کی طرف متوجہ کرے، انہوں نے اس کے تدین پر بھی حملہ کرنا شروع کر دیا، اللہ ان کی اصلاح فرمائے۔ آمین۔ محمد رضوان۔

پُرتکلف صوفیاء میں دیکھتے ہیں، یا بعض پرتکلف صوفیاء کے فرقوں کے درمیان دیکھتے ہیں، اوراس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں (کہ یہ سب ''اختلافِ تضاد'' کی صورتیں ہوتی ہیں)

اور جس کو اللہ ہدایت اور نور عطاء فرمادے، تو اس طرح کے مسائل میں اس کے سامنے کتاب وسنت سے نفع والی چیز ظاہر ہوجاتی ہے، جس میں اس سے یا ان جیسی چیزوں سے ممانعت آئی ہے (کہ اس طرح کے اختلافات میں شدت نہ اختیار کی جائے، اور ان کو اختلافِ تضاد کا درجہ دینے سے حتی الامکان پرہیز کیا جائے) اگرچہ صحیح قلوب اس کا ابتداءً انکار کرتے ہیں، لیکن نور پر نور ہونے سے کتاب وسنت سے رجحان ظاہر ہوجاتا ہے، اور یہ قسم جس کا نام ہم نے ''اختلافِ تنوع'' رکھا ہے، ان میں اختلاف کرنے والوں میں سے ہر ایک بلاتردد مصیب ہوتا ہے، لیکن مذمت ایک کے دوسرے پر زیادتی کی وجہ سے واقع ہوتی ہے، کیونکہ قرآن مجید نے اس جیسی دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کی تعریف پر دلالت کی ہے، جب تک کہ زیادتی واقع نہ ہو، جیسا کہ (سورہ حشر میں) اللہ تعالیٰ کے قول ''مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ'' میں کہ صحابہ کرام کا درختوں کے کاٹنے میں اختلاف ہوا تھا، بعضوں نے درختوں کو کاٹ دیا تھا، اور دوسروں نے چھوڑ دیا تھا (مگر ان دونوں کاموں کو اللہ کی اجازت سے قرار دیا گیا)

اور جیسا کہ (سورہ انبیاء میں) اللہ تعالیٰ کے قول ''وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ - فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا'' میں کہ اللہ نے حضرت سلیمان کو فہم کے ساتھ مختص فرمایا، لیکن ان دونوں کی علم اور حکمت پر تعریف فرمائی۔

اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی قریظہ کے دن اس شخص کے لیے جس نے عصر کو اپنے وقت پر پڑھا، اور اس کے لیے جس نے بنی قریظہ میں پہنچ کر مؤخر کر کے پڑھا، دونوں کو ثابت رکھنا۔

اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ ”جب حاکم اجتہاد کرے اور درست اجتہاد کرے، تو اسے دو اجر حاصل ہوتے ہیں، اور جب اجتہاد میں خطاء کرے، تو اس کو ایک اجر حاصل ہوتا ہے“ نصوص میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

اور جب آپ اس کو دوسری قسم قرار دے دیں، تو اختلاف کی تین اقسام بن جائیں گی (یعنی تیسری قسم ایسے ”اختلافِ تضاد“ کی ہوگی، جن میں سے ہر ایک برحق اور مشروع ہے)

اور اختلاف کی دوسری قسم جس کا کتابُ اللہ میں ذکر ہے، وہ ایسی ہے کہ جس میں دو جماعتوں میں سے ایک کی تعریف کی گئی ہے، جو کہ مومنین کی جماعت ہے، اور دوسرے کی مذمت بیان کی گئی ہے، جو کہ کافروں کی جماعت ہے...... اور امت کے درمیان اکثر اختلافات جو خواہش پرستی تک پہنچ گئے، ان کا تعلق پہلی قسم سے تھا، اور اسی طریقہ سے خون ریزی تک پہنچ گئے، اور ایک دوسرے کے مال و دولت کو مباح سمجھنے تک پہنچ گئے، اور عداوت اور بغض تک پہنچ گئے، کیونکہ دونوں جماعتوں میں سے کوئی جماعت دوسری جماعت کے ساتھ جو حق ہے، اس کا اعتراف نہیں کرتی، اور نہ اس کو آدھا حق فراہم کرنے کے لیے تیار ہوتی، بلکہ اپنے ساتھ جو حق ہوتا ہے، اس کے ساتھ باطل کو زیادہ کر دیتی ہے، اور دوسری جماعت بھی اسی طرح کرتی ہے۔

اور اسی طریقہ سے اللہ نے اس کی بنیاد ”زیادتی“ کو قرار دیا ہے، جیسا کہ (سورہ بقرہ میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ“ کیونکہ ”بغی“ دراصل حد سے تجاوز کرنے کو کہا جاتا ہے (اقتضاء الصراط المستقیم)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ فقہائے مجتہدین کے مابین بیشتر مسائل کا اختلاف، تنوع کے قبیل سے ہے، جس میں دونوں طرف کے حضرات مصیب ہیں، البتہ کچھ اختلاف تضاد کے قبیل سے ہے، لیکن وہ بھی باطل نہیں، بلکہ ایک درجہ کے صواب وخطاء کا اختلاف ہے، لیکن احادیث سے مخطی کو بھی اجر کا حاصل ہونا ثابت ہے، پس اس میں تعصب وتشدد اختیار کرنا، اجر وثواب کے بجائے گناہ کا باعث ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فقہی اختلاف کے بارے میں فرماتے ہیں:

مسائل بعض قطعی ہوتے ہیں، ان میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہوتی، بعضے اجتہادی وظنی ہوتے ہیں، ان میں سلف سے خلف تک شاگرد نے استاد کے ساتھ، مرید نے پیر کے ساتھ، قلیل جماعت نے کثیر جماعت کے ساتھ، واحد نے متعدد کے ساتھ اختلاف کیا ہے، اور علمائے امت نے اس پر نکیر نہیں کی، اور نہ ایک نے دوسرے کو ضال اور عاصی کہا، نہ کسی نے دوسرے کو اپنے ساتھ متفق ہونے پر مجبور کیا۔

مسائلِ اجتہادیہ ظنیہ میں اختلاف دو طرح سے ہوا ہے، ایک دلائل کے اختلاف سے، جیسے حنفی، شافعی میں ''قرائت خلف الامام'' کے مسئلہ میں، دوسرے واقعات یا عوارض کے اختلاف سے، جیسے امام صاحب اور صاحبین نے نکاحِ صابئات کے مسئلہ میں (تحفۃ العلماء، جلد۲، صفحہ۷۹، ترتیب: مولانا مفتی محمد زید صاحب، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان)

ایک اور مقام پر مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مسائل دو قسم کے ہیں، ایک وہ جن کی ایک شق یقیناً حق ہو، اور دوسری باطل ہو، خواہ سمعاً ہو خواہ عقلاً۔ یہ مسائلِ قطعیہ کہلاتے ہیں۔

دوسری قسم جس میں دونوں جانب حق وصواب کا احتمال ہو، یہ مسائلِ ظنیہ کہلاتے ہیں، مسائلِ کلامیہ اکثر قسمِ اول سے ہیں، اور بعض ثانی سے، اور مسائلِ فقہیہ اکثر قسمِ ثانی سے، مسائلِ ظنیہ میں صرف ظنی ترجیح ثابت کرنے کے لیے اہلِ علم میں باہم گفتگو اور مکالمت جائز ہے، بشرطیکہ نہ بغض وعناد ہو، نہ ایک جانب کی قطعیت کا اعتقاد ہو، نہ دوسری جانب کے قطعی باطل ہونے کا پختہ یقین، نیز جب سمجھ میں آجائے، تو اپنی رائے سے رجوع اور حق کے قبول کرنے کا عزم ہو۔

مگر مصلحت اس میں بھی یہ ہے کہ عوام تک اس کی اطلاع نہ ہو، اگر زبانی گفتگو ہو، تو مجمع خواص کا ہو، اور اگر تحریری ہو، تو عام فہم زبان مثلاً ہندستان میں اردو میں نہ ہو، عربی میں ہو، تاکہ اگر کسی وقت وہ شائع ہو جائیں، تو عوام تک اس اختلاف کا اثر نہ پہنچے۔

اورسلف سے اسی طرح کی گفتگومنقول ہے، نہ کہ ایسی جیسی آج کل ہوتی ہے، ایک فریق ''قراءۃ خلف الامام'' کا حق ہونا اس طرح بتلارہا ہے کہ اس کے نزدیک تمام حنفیہ تارکِ صلاۃ اور فاسق ہیں، اور دوسرا فریق اس کی اس طرح نفی کرتا ہے کہ گویا اس کے نزدیک ''قراءۃ خلف الامام'' کی کوئی حدیث ہی نہیں، اور عین مناظرہ میں اگر مقابل کا قول دل کو لگ بھی جائے، تب بھی ہرگز قبول نہ کریں، بلکہ گفتگو شروع کرتے ہی رد کرنے ہی کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں، اور اسی نیت سے سنتے ہیں کیونکہ مقصود تمام تر اپنا غلبہ اور دوسرے کو ساکت کرنا ہوتا ہے، پھر باہمی عناد وفساد ہوتا ہے، حتی کہ عدالت تک نوبت پہنچتی ہے، کیا یہ دین ہے؟ کیا سلفِ صالح اور حضراتِ صحابہ کا ان مسائل میں یہی طریقہ تھا (تجدیدِ تعلیم وتبلیغ، صفحہ٦١، مطبوعہ: المکتبۃ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ، لاہور)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جس مسئلہ میں صحابہ وتابعین کا اختلاف ہوگیا، وہ اختلاف قیامت تک مٹایا نہیں جاسکتا، کیونکہ اس اختلاف کے مٹانے کی ایک ہی صورت ہے کہ ان میں سے ایک گروہ کو قطعی طور پر حق پر اور دوسرے کو یقینی باطل قرار دیا جائے، اور یہ ممکن نہیں ہے۔

مذکورۃ الصدر تصریحات سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جس مسئلہ میں صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہو، اس کی کوئی جانب شرعی حیثیت سے منکر نہیں کہلائے گی، کیونکہ دونوں آراء کی بنیاد قرآن وسنت اور ان کے مسلمہ اصول پر ہے، اس لیے دونوں جانبین داخل معروف ہیں، زیادہ سے زیادہ ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح کہا جاسکتا ہے، اس لیے ان مسائل مجتہد فیہا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی کسی پر عائد نہیں ہوتا، بلکہ غیر منکر پر نکیر کرنا خود ایک منکر ہے، یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین کا بے شمار مسائل میں جواز وعدم جواز اور حرمت وحلت کا اختلاف ہونے کے باوجود کہیں منقول نہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے پر اس طرح نکیر کرتا ہو جیسے منکرات پر کی جاتی ہے، یا ایک

دوسرے کو یا اس کے متبعین کو گمراہی یا فسق وفجور کی طرف منسوب کرتا ہو یا اس کو ترک وظیفہ یا ارتکابِ حرام کا مجرم قرار دیتا ہو، حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کا جو قول نقل کیا ہے، وہ بھی اس پر شاہد ہے، جس میں فرمایا ہے کہ ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد کا تخطیہ یعنی اس کو خطاوار مجرم کہنا جائز نہیں (جواہر الفقہ، جلد اول، ص ۴۰۸، ۴۰۹، مضمون ''وحدتِ امت'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

مفتی صاحب موصوف مزید فرماتے ہیں:

میرے نزدیک اس جنگ وجدل کا ایک بہت بڑا سبب فروعی اور اجتہادی مسائل میں تحزب وتعصب اور اپنی اختیار کردہ راہِ عمل کے خلاف کو عملاً باطل اور گناہ قرار دینا اور اس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ہے، جو اہلِ باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہیے تھا (جواہر الفقہ، جلد اول، ص ۴۱۱، مضمون ''وحدتِ امت'' مطبوعہ: مکتبہ دارالعلوم کراچی، طبع جدید: ذی الحجہ 1431ھ، نومبر 2010ء)

مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ فقہی واجتہادی مسائل میں اختلاف کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے موقف کی تائید دیگر اہلِ علم حضرات کے اقوال سے بھی ہوتی ہے۔

TOYOTA GENUINE PARTS
حافظ احسن: 0322-4410682
HONDA GENUINE PARTS
اشرف آٹوز
ٹویوٹا اور ہنڈا کے جینین اور رپلیسمنٹ باڈی پارٹس دستیاب ہیں
حافظ الیاس حافظ اسامہ
گلی نمبر 6، ہاری سٹریٹ، منٹگمری پارک، لاہور
0313 / 0333 -4410682
4318-C
چوک گوالمنڈی، راولپنڈی
Ph: 051- 5530500 / 5530555
ashrafautos.rawalpindi@gmail.com
Join us f on ashrafautos.rawalpindi

مقالات ومضامین   مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

خوش آواز بیان کرنے والے کوتلاش کرنا

(08محرم الحرام1440ہجری)

آج کل بیان اور وعظ یا تقریر کے لیے ایسے مقررین اور واعظین کو ترجیح دی جاتی ہے، جوخوش آواز ہوں، بیان وتقریر کا انداز پرکشش ہو، خواہ بیان اور وعظ میں کام کی بات ہو یا نہ ہو، بلکہ موضوع اور جھوٹی حدیثیں تک کیوں نہ ہوں، یہ تو کانوں کا چسکا ہوگیا، جوحقیقی بیان، وعظ اور تقریر کے اصل مقصود کے خلاف ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ:

لوگ آج کل ایسے واعظین کو تلاش کر کے بلاتے ہیں، جن کا گلا اچھا ہو، میں نے الٰہ آباد میں وعظ کہا، بعد وعظ ایک صاحب دوسرے صاحب سے کہنے لگے کہ بیان تو اچھا ہے، مگر گلا اچھا نہیں، مجھ سے اس بات کونقل کیا گیا، تو میں نے کہا کہ ان سے کہہ دیجیے کہ نہ میری ماں ڈومنی (یعنی گانے بجانے والی) تھی، نہ میرے باپ ڈوم (یعنی گانے بجانے والے) تھے (پھر حضرت نے فرمایا) کوئی سمجھدار شخص، حکیم محمود خان سے نسخہ لکھائے، تو وہ اس (نسخہ) کے اجزاء کو دیکھے گا، یہ کبھی نہیں کہے گا کہ حکیم صاحب کی آواز کیسی ہے (اسی طرح وعظ اور بیان کے اجزاء ومضامین کو دیکھنا چاہئے، وعظ اور بیان والے کی آواز کونہیں دیکھنا چاہئے) (ملفوظاتِ حکیم الامت، ج۱۹، ص۲۳۹، مطبوعہ: ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان، تاریخِ اشاعت:1425ہجری)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے یہ بات تو اپنے زمانہ میں فرمائی تھی، اور اگر حضرت والا آج کے زمانہ کی حالت دیکھ لیتے، تو آج کے زمانہ کے مطابق نہ جانے کیا کچھ فرماتے۔

Idara Ghufran

آج کے زمانہ میں تو اکثر عوام بلکہ بہت سے خواص کے ذہنوں میں وعظ اور بیان کے اجزاء اور اس کے مضامین کی کوئی اہمیت رہی نہیں، منتظمین اور مہتمین بھی ایسے بیان کرنے والوں کو بلاتے ہیں، جن کی آواز اور لہجہ خوبصورت ہو، اگرچہ مضمون کسی بھی کام کا نہ ہو، بلکہ بالکل موضوع اور من گھڑت احادیث وروایات اور چند قصے کہانیوں پر مشتمل کیوں نہ ہو۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس کی مثال گانے والے سے دی ہے، کیونکہ گانے میں بھی اصل آواز کی خوبصورتی اور اتار چڑھاؤ کو ہی دیکھا جاتا ہے، خواہ اس کا مضمون کچھ بھی ہو، بلکہ مضمون سمجھ میں بھی نہ آئے۔

اور اگر آواز اور لہجہ پُرکشش اور خوبصورت نہ ہو، تو پھر اس گانے والے یا گانے کو پسند نہیں کیا جاتا، اگرچہ مضمون کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، لہٰذا بیان میں خوش آوازی کو مقصود بنالینا، گانے کے مقصود کے مشابہ ہوگیا، جوکہ درست طریقہ نہیں، اور قابلِ اصلاح ہے۔

اللہ اس طرح کی بے اعتدالیوں سے امتِ مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

احادیث کی اسنادی تحقیق کی ضرورت

(15 محرم الحرام 1440 ہجری)

ہمارے یہاں ایک عرصہ سے احادیث وروایات کی اسنادی تحقیق کا مزاج بہت کم پایا جاتا ہے، حدیث کے نام سے جو بات بھی اچھی محسوس ہوتی ہے، اس کو اسنادی تحقیق کے بغیر جزم ویقین کے ساتھ دوسروں کے سامنے نقل کردیا جاتا ہے، اور جب اس حدیث کی خوب تشہیر واشاعت ہوجاتی ہے، اور عام لوگوں کا اس پر عقیدہ پختہ ہوجاتا ہے، اور وہ حدیث بڑی بڑی کتابوں اور مقررین کی تقریروں کی زینت اور حصہ بن جاتی ہے۔

اور پھر کسی کی طرف سے تحقیق کے نتیجہ میں اس حدیث کا غیر مستند اور ناقابلِ اعتبار ہونا معلوم ہوتا ہے، تو اس کو قبول کرنے کے لیے آمادگی کا اظہار نہیں کیا جاتا، پھر اپنے اوپر اور اس طرح کی کتابوں پر عوام کے اعتبار کو برقرار رکھنے کو بہانہ بنا کر دور دراز کی تاویلات کرکے اس حدیث کے مستند ومعتبر ہونے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن ایسے موقع پر جھوٹی اور غیر مستند بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف منسوب کرنے پر وارد شدہ وعیدوں کونظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

حالانکہ اولاً تو غیر مستند اور جھوٹی بات کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے کی وعیدیں اتنی سخت ہیں کہ ہر مسلمان کو ان سے ڈرنا چاہیے، اور اپنے آپ کو ان وعیدوں کا مستحق ہونے سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف جھوٹ منسوب کرنے کے بارے میں فرمایا کہ وہ تم میں سے کسی اور کی طرف جھوٹ باندھنے کی طرح کا گناہ نہیں ہے، بلکہ اس کا گناہ بہت زیادہ سخت ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا، تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے'' اس طرح کی احادیث بندہ نے اپنی بعض تحریرات میں جمع کی ہیں۔

دوسرے جن مستند اور معتبر بزرگوں کی طرف سے اس طرح کی احادیث کونقل و بیان کیا گیا، ان کو اسناد کی تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے معذور خیال کرنا چاہئے، اور اصل حقیقت کوتسلیم کرنا چاہئے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر مستند و معتبر بزرگوں کو اپنی زندگی میں خود اپنی نقل و بیان کردہ کسی حدیث کے غیر مستند و غیر معتبر ہونے کا علم ہو جاتا، تو وہ بھی اس کو قبول کرنے اور رجوع کرنے میں عار محسوس نہ کرتے، پھر ان کا حوالہ دینے والوں کے نام لینے والوں اور ان کی عقیدت کا دم بھرنے والوں کے لیے ہٹ دھرمی کرنا کیسے زیب دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس طرح کے تعصب وتحزب سے نجات عطا فرمائے، جس میں کسی کی بے جا حمایت اور معصومیت پر مبنی عقیدت کی خاطر حقائق کو رد کر دیا جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کردہ سخت ترین وعیدوں کا بھی اپنے ہاتھوں مستحق ہو جائے، کیونکہ احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کی سخت وعید وارد ہوئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق و تحقیق کے بغیر ہر سنی اور پڑھی ہوئی بات کو آگے بیان کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اس کو جھوٹ سے تعبیر فرمایا ہے، بلکہ یہ فرمایا کہ ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ سنی یا پڑھی ہوئی بات کو بیان کردے'' یعنی جھوٹا ہونے کے لیے اتنا کافی ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ اس جھوٹ سے بچنے کے لیے تحقیق کا اہتمام نہ کیا جائے۔ اللہ اس سے حفاظت عطا فرمائے۔ آمین۔

مقالات و مضامین — مولانا شعیب احمد

سائنس کے میدان میں مسلمانوں کا عروج و زوال

(دوسری و آخری قسط)

مسلم سائنس دانوں نے نہ صرف عمدہ اور مفید سائنسی ایجادات سے دنیا کو روشناس کرایا بلکہ اعلیٰ پیمانے پر سائنسی تجربات کے لیے انتظامات بھی کیے، چنانچہ مختلف مقامات اور بالخصوص بغداد اور رے میں فلکیات کی تحقیق اور مشاہدات کے لیے باقاعدہ رصد گاہیں بنائی گئیں۔ علمِ کیمیاء اور طبی علوم پر تحقیق کے لیے تجربہ گاہیں موجود تھیں، میڈیکل کے طلباء کو علم التشریح الاعضا (Anotomy) کی عملی تربیت دینے کے لیے اجسام کی چیر پھاڑ کے انتظامات میسر تھے۔ [1]

آج یورپ جو سائنس کے میدان میں عروج کی بلندیوں پر ہے یہ درحقیقت مسلمانوں ہی کا لائق (مگر بے وفا) شاگرد بن کر ممتاز ہوا ہے، اور یہ سب درحقیقت اسلامی تمدن ہی کے مرہونِ منت ہے۔ چنانچہ رابرٹ بریفالٹ (Robert Briffault) اعتراف کرتا ہے کہ:

"یورپ کی ترقی کا کوئی شعبہ اور گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں اسلامی تمدن کا دخل نہ ہو"

(انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص: ۱۵۴، باب سوم: مسلمانوں کا دورِ قیادت۔ مطبوعہ: مجلسِ نشریاتِ اسلام)

تفصیلِ گزشتہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ماضی میں سائنس کی مختلف شاخوں میں مسلمانوں نے کتنی قابلِ قدر اور نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ [2]

لیکن افسوس کہ مسلمان رفتہ رفتہ تحقیق و جستجو کی صفت کھو بیٹھے اور سائنسی میدان میں زوال کا شکار ہو

---

[1] ماخذہ: تاریخ و فلسفۂ سائنس، ص: ۶۴، باب ۳: میدانِ سائنس اور سائنسی طریق کار میں مسلمانوں کے کارنامے، مطبوعہ: مقتدرہ قومی زبان، سنِ اشاعت: جون ۱۹۹۹ء۔

[2] اس موضوع پہ مزید مطالعہ کرنے کے خواہشمند حضرات کے لئے درج ذیل کتب کا مطالعہ مفید ہوگا: تاریخ و فلسفۂ سائنس از ڈاکٹر مظہر محمود قریشی و سید صدر الحسن رضوی، مطبوعہ: مقتدرہ قومی زبان۔ نامور مسلم سائنس دان از حمید عسکری، مطبوعہ: مجلسِ ترقیِ ادب، لاہور۔ تاریخِ عرب از موسیو سید یو فرانسیسی، مترجم: مولوی عبد الغفور خان و محمد حلیم انصاری، مطبوعہ: بیت القرآن، اولمپک پلازہ الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور۔ مسلمانوں کے سائنسی کارنامے از محمد زکریا ورک، مطبوعہ: مرکز فروغ سائنس، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

گئے۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں مسلمان، سائنسی تحقیقات میں مغربی فاضلین کی خوشہ چینی کرتے نظر آتے ہیں۔ ہمیں اس زوال کے اسباب پر غور کرنا ہوگا اور ان کو دور کرنے کی کوشش کرنی ہوگی تاکہ ہم اپنا گم کردہ مقام دوبارہ حاصل کرسکیں۔

سطورِ بالا میں مسلمانوں کے سائنسی عروج کا جو احوال لکھا گیا ہے، اس کا مقصد ہرگز بھی یہ نہیں کہ فقط اپنے پُرکھوں کے قصے فخریہ انداز میں پیش کردیے جائیں اور ''پدرم سلطان بود'' کے کھوکھلے نعرے لگائے جائیں۔ بلکہ اس تحریر کا مقصد مسلم معاشرے کو فکرمند کرنا اور توجہ دلانا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد علوم وفنون اور تحقیق وجستجو میں منصبِ پیشوائی پر فائز تھے اور ہم مغرب کی شاگردی بھی صحیح معنوں میں نہیں کر پا رہے۔ بلکہ نقالی اور تقلیدِ محض ہماری روش ہے، اور وہ بھی مفید ایجادات وسائنسی علوم میں تبحر حاصل کرنے کی بجائے ان کے اباحیت پسند کلچر اور خدا بیزار تمدن کو اپنانے کے باب میں۔

مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں　　یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو

مسلمانوں کے زوال میں اگرچہ خارجی عوامل مثلاً فتنۂ تاتار، اندلس میں عیسائیوں کے مظالم اور کتابوں کا جلا دیا جانا، ترکی میں حروفِ تہجی کی منسوخی، ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط اور اس جیسے دیگر کئی ملی سانحوں کو بھی دخل ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ زوال کے داخلی عوامل (جو درحقیقت خارجی عوامل کا پیش خیمہ تھے) سے آنکھیں بند کرلی جائیں، اور تمام تر الزام اغیار کو دیا جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ قوموں کے زوال کی ابتداء داخلی عوامل سے ہوتی ہے اور انتہاء خارجی عوامل پر ہوتی ہے۔

مسلمانوں کا زوال چاہے وہ سائنسی، سیاسی، صنعتی، علمی یا کسی بھی میدان میں ہو، اس کی بنیادی وجہ دینِ اسلام کی فطری تعلیمات کی خلاف ورزی اور مذہبی و اخلاقی پستی ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ'' (سورة الرعد، رقم الآية: 11)

''بے شک اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی (اچھی) حالت کو، جب تک کہ وہ لوگ خود اپنے میں

تبدیلی نہیں کر لیتے" (سورہ رعد) [1]

قوموں کے عروج وزوال کا کلیہ اس آیت میں دریا بکوزہ ہے۔ جب تک قومیں عدل وانصاف، سچائی وپاکیزگی اور امانت ودیانت داری جیسے اوصاف سے متصف رہتی ہیں، خدا بھی ان کو زمانے میں عروج بخشا ہے اور دنیا میں ان کا پھریرا لہراتا ہے۔ لیکن یہی قومیں جب غرور وتکبر میں مبتلا ہو کر ظلم ونا انصافی، بددیانتی، کرپشن اور بے حیائی جیسے رذائل کو اپنا وطیرہ بنا لیتی ہیں تو پھر زوال ان کا مقدر بن جایا کرتا ہے۔ یہی سب قوموں کے عروج وزوال کی بنیادی داستان ہے اور مسلمانوں کے عروج وزوال کا بھی یہی قصہ ہے۔ اسی کو مولانا سعید احمد اکبر آبادی صاحب یوں لکھتے ہیں:

"جب تک مسلمان اسلام کے قوانینِ فطری پر عمل پیرا رہے، وہ برابر ترقی کرتے رہے۔ لیکن جب ان میں اسلامی روح مضمحل ہونے لگی تو ان میں تنزل بھی پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ اس کی رفتار دفعی نہیں بلکہ تدریجی تھی" (مسلمانوں کا عروج وزوال، ص:۳۶۶، مطبوعہ: ادارہ اسلامیات، لاہور، سنِ طباعت: اپریل ۱۹۸۳ء)

یہ بات ظاہر ہے کہ جب مسلمانوں کو حکومتی سطح پر استحکام نہ رہا اور وہ طرح طرح کے فتنوں (جو درحقیقت ان کے اعمال کا ہی ثمرہ تھے) کا شکار ہو گئے، تو علم وتحقیق میں گہرائی وگیرائی اور سائنسی تجربات وانکشافات کی جو دولت قدرت نے ان کو عطا کر رکھی تھی، اس سے بھی محروم ہو گئے اور سیاسی تنزل کے ساتھ ساتھ سائنسی زوال کا بھی نشانہ بن گئے۔

مسلمانوں کے سائنسی انحطاط کی ایک وجہ سلطنت کی سرپرستی سے محرومی اور سائنسی تجربات کے لئے درکار سہولتوں کا فقدان تھا۔ سلطنت کی عدمِ سرپرستی اور تجرباتی سہولتوں کے فقدان نے تحقیق وجستجو کے جذبہ کی موت میں کلیدی کردار ادا کیا اور سائنس کے باب میں تحقیق وتجربات کا رجحان مسلمانوں میں باقی نہ رہا۔ جب مسلمانوں کو سائنسی تجربات ومشاہدات کے لئے درکار ماحول میسر نہیں آیا تو انہوں نے اپنی توانائیوں کا رخ دوسرے علوم کی طرف موڑ دیا اور اس میدان میں کام کی

---

[1] یعنی لا یغیر ما بقوم من العافیة والنعمة التی أنعم بها علیهم حَتَّى يُغَيِّرُوا ما بِأَنْفُسِهِمْ یعنی: من الحالة الجمیلة فیعصون ربهم، ویجحدون نعمه علیهم فعند ذلک تحل نقمته بهم. (تفسیر الخازن، ج: ۳ص: ۸، سورة الرعد)

ضرورت نہ سمجھی۔ ۱

مسلم اقوام کے سائنسی تنزل کی ایک وجہ علومِ جدیدہ کے تحصیل کی فکر اور اس کے لیے خاطر خواہ انتظام نہ کرنا تھا۔ مسلم اقوام نئے اور جدید خیالات کو شجرِ ممنوعہ سمجھتے ہوئے ان سے کنارہ کش رہیں، نتیجتاً ان کے علوم وفنون جمود کا شکار ہو گئے، اور اُدھر یورپ میں کلیسا کا اقتدار اپنی آخری سسکیاں لیتے ہوئے دم توڑ رہا تھا۔ جس کے بعد اہلِ مغرب اور یورپین قوموں نے مسلمانوں کے برعکس اپنے مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں سائنس کو داخل کیا اور سائنسی میدان میں ترقی کا ابتدائی بیج بویا، پھر سائنس کے میدان میں انہوں نے اپنی جولانیاں دکھائیں لیکن مسلمان بدستور علمی جمود کا شکار رہے۔ جمود کی اس کیفیت کا نقصان یہ ہوا کہ مسلمان جدید علوم وفنون اور بالخصوص سائنسی علوم میں پیچھے رہ گئے۔ ۲

موجودہ دور کے تناظر میں مسلمانوں کے سائنسی زوال کی ایک وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ آج علم کے مقاصد بدل چکے ہیں۔ حالانکہ تعلیم کے انتظامات بہت عمدہ پیمانے پر میسر ہیں۔ یونیورسٹیاں قائم ہیں، تعلیمی اداروں کا قیام مسلسل عمل میں آرہا ہے، پڑھانے والے موجود ہیں اور پڑھنے والوں کی بھی کمی نہیں۔ مگر اس کے باوجود شعور و بیداری اور ذوقِ تحقیق وجستجو کا فقدان ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ تعلیم وتعلم سے وابستہ تمام سرگرمیوں کا مقصد شعور و بیداری اور تحقیق وجستجو شاید ہی کسی فرد یا ادارے کا ہو، ورنہ تعلیم کا مقصد موجودہ زمانہ میں بالعموم ڈگریوں، مناصب وعہدوں، شہرت ودولت اور روزی روٹی کے حصول کی ہی اول وآخر کاوش بن کر رہ گئی، الا ماشاءاللہ۔ علم حاصل ہو یا نہ ہو اس کی کوئی فکر نہیں، بس اصل مقصود ڈگری اور پیسہ قرار پا گیا ہے، ایک تبصرہ نگار نے چند لفظوں میں اس علمی وسائنسی دور پر کیا خوبصورت تبصرہ کیا ہے: ’’ہم ڈگری زدہ دور میں جی رہے ہیں، جس میں انسان کی قدر اس کی قابلیت سے نہیں اس کی ڈگری سے ناپی تولی جاتی ہے‘‘

حالانکہ ہم اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں جنہوں نے تعلیم کی اہمیت یوں بیان فرمائی تھی:

---

۱ ماُخذہ: تاریخ وفلسفۂ سائنس، ص:۲۰۲و۲۰۳، باب ۶: مسلم دنیا میں سائنس کا زوال اور اس کی حیاتِ نو کے عوامل، مطبوعہ: مقتدرہ قومی زبان، سنِ اشاعت: جون ۱۹۹۹ء۔

۲ ماُخذہ: انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص:۱۸۶و۱۸۷، باب چہارم: مسلمانوں کا تنزل، مطبوعہ: مجلس نشریات اسلام۔

"طلب العلم فريضة على كل مسلم" (سنن ابنِ ماجه بأسناد صحيح، رقم الحديث : ۲۲۴، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم)

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے" (ابنِ ماجہ)

ہمیں معاشرے میں رائج اس غلط نظریے کو بدلنا ہوگا کہ پڑھائی کا مقصد فقط ڈگری حاصل کرنا اور پیسہ بنانا ہے۔

مسلمانوں کے سائنسی عروج وزوال کی داستان میں ہمارے لیے بہت سا عبرت ونصیحت کا سامان موجود ہے۔ہمیں چاہیے کہ مسلمانوں کے سائنسی کارناموں کو پڑھیں اوران کو اجاگر بھی کریں، تاکہ ہماری نوخیز نسلیں اور دیگر اقوام جان سکیں کہ مسلمان اس میدان میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے،اور فقط اسی پر اکتفا نہ کریں بلکہ سائنس کے میدان میں مسلمانوں کے زوال کی تاریخ کا بھی مطالعہ کریں۔اس کی روشنی میں پھر ہمیں زوال کے اسباب کو دور کر کے اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے کی فکر کرنی ہوگی۔

عدنان احمد خان
0345-5067603

الفہد فوڈز کوکنگ سنٹر

دوکان نمبر K-93،ظفر الحق روڈ،نزد بوبی پان شاپ، کمیٹی چوک،راولپنڈی
فون: 051-5961624

بسلسلہ : تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ ربیع الاول: نویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□...... ماہِ ربیع الاول ۸۰۱ھ: میں حضرت عماد الدین ابوعیسیٰ احمد بن عیسیٰ بن موسیٰ بن سلیم بن جمیل شافعی ازرقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۳۶۴)

□...... ماہِ ربیع الاول ۸۰۴ھ: میں حضرت سراج الدین ابوحفص عمر بن نور الدین ابوالحسن علی بن احمد بن محمد انصاری شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''ابن الملقن'' کے نام سے مشہور تھے۔
(طبقات الحفاظ للسیوطی، ص ۵۴۲)

□...... ماہِ ربیع الاول ۸۰۹ھ: میں حضرت بدر الدین احمد بن عمر بن محمد طنبذی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(طبقات الشافعیة لابن قاضی الشبهة ، ج ۴ ص ۱۷)

□...... ماہِ ربیع الاول ۸۰۹ھ: میں حضرت ابوالعباس احمد بن عمر بن علی بن عبدالصمد جوہری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۳۶۲)

□...... ماہِ ربیع الاول ۸۱۰ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن سلیمان بن یعقوب بن علی بن سلامہ بن عساکر خزرجی سعدی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة للسیوطی، ج ۱ ص ۲۵ ،ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۴۵)

□...... ماہِ ربیع الاول ۸۱۷ھ: میں قاضی المدینہ حضرت عبدالرحمٰن بن علی بن یوسف بن حسن بن محمود انصاری مدنی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۲ ص ۸۹)

□...... ماہِ ربیع الاول ۸۱۹ھ: میں حضرت ہمام بن احمد خوارزمی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
(بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة للسیوطی، ج ۲ ص ۳۲۹)

□...... ماہِ ربیع الاول ۸۲۴ھ: میں قاضی القضاۃ حضرت تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن احمد بن صالح بن احمد بن خطاب بن رحم رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
(طبقات الشافعیة لابن قاضی الشبهة ، ج ۴ ص ۹۲)

□...... ماہِ ربیع الاول ۸۲۵ھ: میں حضرت جمال الدین ابواحمد محمد بن حسین بن عبدالمومن

کزرونی مکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۱۱۹)

☐......ماہِ ربیع الاول ۸۲۵ھ: میں قاضی مکہ حضرت شہاب الدین ابوالخیر احمد بن محمد بن محمد بن سعید صغانی حنفی مکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۱ ص ۳۹۷)

☐......ماہِ ربیع الاول ۸۲۶ھ: میں حضرت جمال الدین عبداللہ بن محمد قرافی نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(بغیة الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی، ج ۲ ص ۶۲)

☐......ماہِ ربیع الاول ۸۲۷ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(بغیة الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی، ج ۱ ص ۵۴)

☐......ماہِ ربیع الاول ۸۲۷ھ: میں حضرت عبداللہ بن محمد بن محمد بن محمد بن زید بعلی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(ذیل التقیید فی رواۃ السنن والأسانید للفاسی، ج ۲ ص ۶۴)

☐......ماہِ ربیع الاول ۸۳۰ھ: میں حضرت ابراہیم بن محمد بن عثمان بن اسحاق دجوی مصری نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(بغیة الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی، ج ۱ ص ۴۲۷)

☐......ماہِ ربیع الاول ۸۳۲ھ: میں حضرت شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم بن عبداللہ نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(بغیة الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی، ج ۱ ص ۱۱)

☐......ماہِ ربیع الاول ۸۳۲ھ: میں حضرت محمد بن عبدالوہاب بن محمد بن ناصر الدین شافعی نحوی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(بغیة الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی، ج ۱ ص ۱۶۹)

☐......ماہِ ربیع الاول ۸۳۳ھ: میں حضرت یعقوب بن ادریس بن عبداللہ بن یعقوب رومی نکدی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(بغیة الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ للسیوطی، ج ۲ ص ۳۴۸)

شعبان وشبِ برأت کے فضائل واحکام

اسلامی سال کے آٹھویں مہینے ’’شعبانُ المُعَظَّم ‘‘ سے متعلق فضائل ومسائل اور منکرات ومفاسد، ’’شبِ برأت‘‘ کے بارے میں افراط وتفریط اور معتدل نظریہ، ’’شبِ برأت‘‘ کے متعلق علمی وعملی، فکری ونظریاتی بے اعتدالیوں کا جائزہ۔

مصنّف: مفتی محمد رضوان

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

فقہ اسلامی کی تدوین وترویج میں خواتین کا حصہ (حصہ اول)

گزشتہ اقساط میں فقہاء صحابہ کی تعداد، اور صحابۂ کرام کی علمی و عملی شان اور روایتِ حدیث وافتائے فتاویٰ کے سلسلہ میں علامہ ابنِ قیم کی ذکر کردہ تین اقسام:

مکثّرون (یعنی وہ حضرات کہ جن کے فتاویٰ کثرت سے ہیں)

متوسّطون (یعنی وہ حضرات کہ جن کے فتاویٰ اصحابِ مکثّرون سے کم ہیں)

مقلّون (یعنی وہ حضرات کہ جن کے فتاویٰ اصحابِ متوسّطون سے کم ہیں)

کا ذکر گزرا، جن میں ضمناً صحابیات کا ذکر بھی آیا، تاہم ذیل میں اب ان صحابیات کے مختصر حالات و واقعات اور ان کی علمی و عملی شان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

امتِ محمدیہ ''خیر الامم'' ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جامع الکمالات نبی ہیں، اور آپ تمام انبیاء میں خاتم النبیین ہیں، اور اسی طرح آپ کی امت، تمام امتوں میں آخری امت اور ''خیر الامم'' ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (سورة آل عمران، رقم الآية ١١٠)

ترجمہ: تم بہترین امت ہو، جسے نکالا گیا ہے لوگوں (کی بھلائی) کے لیے، حکم دیتے ہو نیکی کا، اور روکتے ہو برائی سے، اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

اس امت کو جو فضیلت باقی امتوں پر دنیا میں عطا کی گئی، اسی طرح آخرت میں بھی بروز قیامت عطا کی جائے گی کہ دوسری امت کے لوگ اس پر رشک کریں گے، اور یہ سب حضور نبی کریم محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے امتی ہونے کی بدولت ہی ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

فَإِذَا أَرَادَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنْ يَصْدَعَ بَيْنَ خَلْقِهِ نَادَى مُنَادٍ :أَيْنَ أَحْمَدُ وَأُمَّتُهُ؟ فَنَحْنُ الْآخِرُونَ الْأَوَّلُونَ، نَحْنُ آخِرُ الْأُمَمِ، وَأَوَّلُ مَنْ يُحَاسَبُ، فَتُفْرَجُ لَنَا الْأُمَمُ عَنْ طَرِيقِنَا، فَنَمْضِي غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ أَثَرِ الطُّهُورِ. فَتَقُولُ الْأُمَمُ :كَادَتْ هَذِهِ الْأُمَّةُ أَنْ تَكُونَ أَنْبِيَاءَ كُلُّهَا (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٢٥٤٦) [1]

ترجمہ: جب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے کا ارادہ فرمائے گا، تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ احمد اور ان کی امت کہاں ہے؟ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) ہم سب سے آخر میں آئے اور سب سے آگے ہوں گے، ہم سب سے آخری امت ہیں، لیکن سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا، اور ساری امتیں ہمارے لیے راستہ چھوڑ دیں گی، اور ہم اپنے وضو کے اثرات سے روشن چہروں کے ساتھ گزرتے ہوئے چلے جائیں گے۔

یہ منظر دیکھ کر دوسری امتیں کہیں گی کہ اس امت کے تو سارے لوگ ہی نبی محسوس ہوتے ہیں (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسری امت کے لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگوں پر رشک کریں گے، اور آپ کے امتی امتیازی شان کے ساتھ ان کے بیچ سے گزرتے چلے جائیں گے۔

اور اس امت ہی کی خصوصیت ہے کہ اس زرخیز و آفاقی امت میں گزشتہ چودہ سو سال سے لے کر آج تک اربابِ عزیمت اور اصحابِ کمال بدستور پیدا ہوتے رہے ہیں، جن میں سے ہر ایک امتِ

[1] قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیرہ (حاشیۃ مسند احمد)

محمدیہ کی تاریخ میں سنہرے ابواب کا اضافہ کرتے رہے ہیں۔

امت کی اس درخشاں تاریخ میں مَردوں کے شانہ بشانہ خواتینِ اسلام کا بھی قابلِ قدر وقابلِ ذکر حصہ ہے، اوران خواتین اسلام کی خدمات اوران کے کمالات علم وفن مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ میں رہی ہیں، اورساتھ ساتھ عزیمت وقربانی اورمیدانِ جہد وجہاد میں بھی ان خواتین کا قابلِ قدر حصہ رہاہے۔

اوراسی وجہ سے ان خواتینِ اسلام کو''تاریخِ اسلام کی باکمال خواتین'' کا لقب بھی دیا جاسکتا ہے۔

ذیل میں امتِ محمدیہ کی ان باکمال خواتین کا مختصراًذکر کیا جاتا ہے۔

صحابیات میں فقیہات، محدّثات اور مفتیہ خواتین

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے''اصحابِ مکثرون'' کہ جن کا علم وآراء، فتاویٰ واجتہادات اس کثرت سے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے اقوال وفتاویٰ سے ایک ضخیم جلد تیار ہوسکتی ہے، میں جن صحابہ کا ذکر کیا ہے، وہیں صحابہ کے شانہ بشانہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی آتا ہے۔

آپ کا پورانام عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق ہے، کنیت''أم عبدالله'' ہے،''فقيهة الامت'' اور''أفقه نساء المسلمين'' کے القابات سے ملقب ہیں، آپ تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض (میراث)، حلال وحرام، طب وحکمت، اخبار واشعار جیسے علوم کی ماہر اور سمجھ بوجھ رکھنے والی تھیں، نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے ارشادات واحادیث کو یاد رکھنے اور روایت کرنے میں سب سے آگے تھیں، آپ کا شمار صحابیات میں فقیہات، محدثات اور مفتیہ خواتین میں سب سے اول میں ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جلیل القدر صحابہ اور خاص طور پر حضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت میں آدمی بھیج کر آپ سے احادیث وسنن وغیرہ کے متعلق سوال پوچھتے تھے۔

روایات واقوال سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان سے خود اکابر صحابہ اور جلیل القدر صحابہ نے فیض حاصل کیا، اور ان کے علم سے بھرپور استفادہ کیا، اور اس طرح دین کا کافی کچھ حصہ ان کے ذریعہ سے امت کو پہنچا، اور ان فتاویٰ واقوال کے علاوہ خود ان سے سینکڑوں کی تعداد میں احادیث وروایات مروی ہیں، اور آپ سے کثرت سے اقوال وفتاویٰ منقول ہونے کی وجہ سے ہی، آپ کا شمار ''طبقہ مکثرین'' میں ہوتا ہے، اور اس طبقہ میں صحابیات میں سے کوئی آپ کا ہمسر نہیں۔

چنانچہ مشہور تابعی حضرت مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ میں بڑے بڑے مرتبے والے صحابہ کو دیکھا کہ وہ فرائض (یعنی میراث) کے احکام کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کرتے تھے۔

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اصحابِ محمد کو جب بھی کسی حدیث کے متعلق کوئی اشکال پیش آیا، تو ہم اس اشکال کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے، اور ہمیں ان سے اس اشکال کا حل مل جایا کرتا تھا۔ [1]

آپ کی پیدائش ہجرت سے ۹ سال قبل ہوئی اور وفات 58 ہجری میں ہوئی۔ [2]

ام المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا

علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے فقہاء صحابہ کی تعداد، اور صحابۂ کرام کی علمی وعملی شان اور روایتِ حدیث و افتائے فتاویٰ کے سلسلہ میں دوسری قسم ''اصحابِ متوسطون'' کا ذکر کیا ہے کہ جن کا علم وآراء، فتاویٰ واجتہادات ''اصحابِ مکثرون'' سے تو کم ہیں، لیکن اگر ان حضرات کے فتاویٰ وآثار کو جمع کیا جائے، تو ان کی چھوٹی چھوٹی جلدیں، اور مختصر مجموعات تیار کیے جاسکتے ہیں، اور اس طبقہ میں

---

[1] وقيل لمسروق: كانت عائشة تحسن الفرائض؟ قال: والله لقد رأيت الأحبار من أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يسألونها عن الفرائض......وقال أبو موسى: ما أشكل علينا أصحاب محمد – صلى الله عليه وسلم – حديث قط فسألناه عائشة إلا وجدنا عندها منه علما (اعلام الموقعين، ج ۱، ص ۱۲ الى ۱۷، ملخصاً)

[2] هى عائشة الصديقة بنت أبى بكر الصديق عبد الله بن عثمان .أم المؤمنين، وأفقه نساء المسلمين. كانت أديبة عالمة .كنيت بأم عبد الله .لها خطب ومواقف .وكان أكابر الصحابة يراجعونها فى أمور الدين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱، ص ۳۵۹، تحت الترجمة: "عائشة" 9 ق هـ 58هـ)

فقیہ ومحدث صحابہ کے قدم بقدم صحابیات میں سے صرف ام المومنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا نامِ گرامی آتا ہے۔

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ''ھند بنتِ ابی امیہ مخزومیہ '' ہے، آپ ایک اعلیٰ اور عزت دار نسب سے تعلق رکھتی تھیں، آپ کا شمار سابقین اولین میں ہوتا ہے، اور حبشہ کی طرف اور پھر مدینہ کی طرف سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں، آپ پہلے ابوسلمہ بن عبدالاسد بن ہلال رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی ہیں۔

ابوسلمہ کا شمار بھی سابقین اولین میں ہوتا ہے، اور حبشہ اور مدینہ کے مہاجرین میں سے بھی ہوتا ہے، ابوسلمہ رضی اللہ عنہ جنگِ بدر کے غازیوں میں سے بھی ہیں، مگر ابھی جنگِ بدر کو گزرے چند ماہ ہی ہوئے تھے کہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا، ان سے آپ کی ایک بیٹی زینب اور ایک بیٹے عمر تھے۔ [1]

اس کے بعد حضرت ام سلمہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں، اور اس طرح ''أم المومنین '' کے خوبصورت اور پاکیزہ لقب سے ملقب ہوئیں، آپ کے بیٹے عمر کی پرورش خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔

حدیث وفقہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کا مرتبہ ہے، اہلِ مدینہ میں قرائت کے امام ''حضرت شیبہ بن نصاح'' آپ ہی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ [2]

---

[1] أبو سلمة بن عبد الأسد بن هلال: ابن عبد الله بن عمر بن مخزوم بن يقظة بن مرة بن كعب .السيد الكبير، أخو رسول الله –صلى الله عليه وسلم– من الرضاعة، وابن عمته: برة بنت عبد المطلب .وأحد السابقين الأولين، هاجر إلى الحبشة، ثم هاجر إلى المدينة، وشهد بدرا، ومات بعدها بأشهر، وله أولادصحابة: كعمر، وزينب، وغيرهما .ولما انقضت عدة زوجته أم سلمة، تزوج بها النبى –صلى الله عليه وسلم (سير اعلام النبلاء، ج ا ، ص ١٥٠ ، تحت الترجمة: أبو سلمة بن عبد الأسد بن هلال)

[2] شيبة بن نصاح بن سرجس بن يعقوب المخزومى المدنى القارء ، مولى أم سلمة زوج النبى صلى الله عليه وسلم، اتى به إليها وهو صغير فمسحت رأسه ودعت له بالخير والصلاح(تهذيب الكمال فى اسماء الرجال، ج ١٢ ، ص ٦٠٨ ، تحت الترجمة: ٢٧٩٠)

مدینہ کے مشہور تابعی اور سبعہ عشرہ میں قرائت کے مشہور امام حضرت نافع مولیٰ ابنِ عمر رحمہ اللہ تجوید وقرائت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہی ہیں۔ [۱]

اور اسی طرح تصوف کے مشہور امام خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کی والدہ ''خیرۃ'' جو کے ''اُم الحسن'' کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی آزاد کردہ باندی ہی ہیں۔ [۲]

آپ کی وفات امہات المومنین میں سب سے آخر میں 59ہجری میں ہوئی، آپ سے لگ بھگ 100 کے قریب فتاویٰ اور 378احادیث منقول ہیں، آپ سے روایت کرنے والوں میں ایک بڑی جماعت شامل ہیں۔ [۳]

آپ کے فتاویٰ وآثار کو جمع کیا جائے، تو ضخیم تو نہیں، مگر ایک مختصر کتاب تیار کی جاسکتی ہے۔

اس طبقے کے دیگر صحابہ میں سے ہر ایک کے فتاویٰ وآثار ایک ضخیم تو نہیں، گر ایک مختصر کتاب میں سما سکتے ہیں۔

---

[۱] نافع: الفقيه مولى ابن عمر أبو عبد الله المدنى أصابه ابن عمر فى بعض مغازيه روى عن مولاه وأبى هريرة وأبى لبابة بن عبد المنذر وأبى سعيد الخدرى ورافع بن خديج وعائشة وأم سلمة (تهذيب التهذيب، لابن حجر، ج۱۰، ص۴۱۲، تحت رقم الترجمة: ۷۴۲)

[۲] الحسن البصرى أبو سعيد. هو: الحسن بن أبى الحسن يسار، أبو سعيد، مولى زيد بن ثابت. ثم قال: وكانت أم الحسن مولاة لأم سلمة أم المؤمنين المخزومية .....واسم أمه: خيرة (سير اعلام النبلاء، ج۴، ص ۵۶۳، تحت رقم الترجمة: ۲۲۳)

[۳] هى هند بنت أبى أمية بن المغيرة بن عبد الله، المخزومية .أم المؤمنين .ممن أسلم قديما، ومن المهاجرات الأول .تزوجها النبى صلى الله عليه وسلم سنة أربع من الهجرة، بعد أن توفى زوجها أبو سلمة بن عبد الأسد .كانت أم سلمة موصوفة بالعقل البالغ والرأى الصائب.روت عن النبى صلى الله عليه وسلم وأبى سلمة وفاطمة الزهراء .وأخذ عنها كثيرون. تنقل كتب الحديث لها قريبا من مائة فتيا و 378حديثا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱، ص ۱۳۴۱، تحت الترجمة: "أم سلمة" 59هـ)

أم سلمة أم المؤمنين هند بنت أبى أمية المخزومية: السيدة، المحجبة، الطاهرة، هند بنت أبى أمية بن المغيرة بن عبد الله من المهاجرات الأول. كانت قبل النبى –صلى الله عليه وسلم– عند أخيه من الرضاعة؛ أبى سلمة بن عبد الأسد المخزومى، الرجل الصالح.دخل بها النبى –صلى الله عليه وسلم– فى سنة أربع من الهجرة.وكانت من أجمل النساء وأشرفهن نسبا، وكانت آخر من مات من أمهات المؤمنين ....ولها جملة أحاديث (سير اعلام النبلاء، ج۲، ص ۲۰۲، تحت الترجمة: "ام سلمة")

Idara Ghufran

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط32) مفتی محمد ناصر

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ثَمَغ نامی باغ وقف کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ صدقہ خیرات کے کاموں میں بھی خاص طور پر سبقت لے جانے والے حضرات میں سے تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا بہترین مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وقف کیا۔

چنانچہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

أَنَّ عُمَرَ تَصَدَّقَ بِمَالٍ لَهُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَكَانَ يُقَالُ لَهُ ثَمْغٌ وَكَانَ نَخْلًا، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي اسْتَفَدْتُ مَالًا وَهُوَ عِنْدِي نَفِيسٌ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَتَصَدَّقَ بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَصَدَّقْ بِأَصْلِهِ، لَا يُبَاعُ وَلَا يُوهَبُ وَلَا يُورَثُ، وَلَكِنْ يُنْفَقُ ثَمَرُهُ، فَتَصَدَّقَ بِهِ عُمَرُ، فَصَدَقَتُهُ تِلْكَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَفِي الرِّقَابِ وَالْمَسَاكِينِ وَالضَّيْفِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَلِذِي الْقُرْبَى، وَلَا جُنَاحَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ أَنْ يَأْكُلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ، أَوْ يُوكِلَ صَدِيقَهُ غَيْرَ مُتَمَوِّلٍ بِهِ (بخاری، رقم الحديث ٢٧٦٤، كتاب الوصايا، مسلم، رقم الحديث "١٥" ١٦٣٢)

ترجمہ: عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا کچھ مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صدقہ کیا تھا، جس کا نام ثمغ تھا، اور وہ کھجور کا باغ تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں نے کچھ مال پایا ہے، جو میرے نزدیک بہت نفیس ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس کو صدقہ کردوں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اصل درختوں کو اس طور پر صدقہ کرو کہ وہ نہ تو بیچے جائیں اور نہ ہبہ کئے جائیں اور نہ ان میں کوئی وراثت جاری ہو، بلکہ ان کے پھل کام میں لائے جائیں (یعنی صدقہ کیے جائیں) چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس باغ کو اسی طور پر صدقہ کیا، چنانچہ ان کا یہ صدقہ اللہ کی راہ میں، اور غلاموں

Idara Ghufran

میں، اور مسکینوں میں، اور مہمانوں میں، اور مسافروں میں اور قرابت و رشتہ داروں میں خرچ کیا جاتا تھا، اور یہ بھی کہ جو شخص اس کا متولی ہو اس کیلئے کچھ گناہ نہیں کہ دستور کے موافق اس میں سے کچھ کھائے یا اپنے کسی غیر مالدار دوست کو کھلائے (بخاری، مسلم)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا وہ باغ مذکورہ شرائط کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کیا تھا۔

اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی دوسری روایت میں ہے کہ ابنِ عمر اور حفصہ رضی اللہ عنہما نے بھی باغ میں سے اپنے اپنے حصے صدقہ کر دیے تھے، نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آلِ عمر کے اصحابِ رائے حضرات کو اس باغ کا متولی ونگران مقرر کیا تھا، جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس باغ کی متولی ونگران مقرر فرمایا تھا۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس صدقہ کے لئے مکمل دستاویز تحریر کرائی تھی، اور اس پر گواہ بھی مقرر کیے تھے۔ چنانچہ یحییٰ بن سعید سے روایت ہے:

كَتَبَ مُعَيْقِيبٌ، وَشَهِدَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْأَرْقَمِ.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا مَا أَوْصَى بِهِ عَبْدُ اللَّهِ عُمَرُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنْ حَدَثَ بِهِ حَدَثٌ أَنَّ ثَمْغًا وَصِرْمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ وَالْعَبْدَ الَّذِى فِيهِ وَالْمِائَةَ سَهْمٍ الَّتِى بِخَيْبَرَ وَرَقِيقَهُ الَّذِى فِيهِ، وَالْمِائَةَ الَّتِى أَطْعَمَهُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْوَادِى تَلِيهِ حَفْصَةُ مَا عَاشَتْ، ثُمَّ يَلِيهِ ذُو الرَّأْيِ مِنْ أَهْلِهَا أَنْ لَا يُبَاعَ وَلَا يُشْتَرَى يُنْفِقُهُ حَيْثُ رَأَى مِنَ السَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ وَذَوِى الْقُرْبَى، وَلَا حَرَجَ عَلَى مَنْ وَلِيَهُ إِنْ أَكَلَ أَوْ آكَلَ أَوِ اشْتَرَى رَقِيقًا مِنْهُ

(ابوداوٗد، رقم الحديث ٢٨٧٩، باب فى الرجل يُوقف الوَقف، إسناده صحيح)

ترجمہ: معیقیب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کاتب) نے (مندرجہ ذیل) تحریر لکھی، اور عبداللہ بن ارقم اس پر گواہ بنے:

---

[1] (ملاحظہ ہو: مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٧٨، إسناده صحيح على شرط الشيخين، وسنن الدارقطنى، رقم الحديث ٤٤١٤، باب كيف يكتب الحبس؟)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وصیت اللہ کے بندے عمر نے کی ہے، جو امیر المومنین ہے کہ اگر مجھ پر کوئی حادثہ ہو جائے (یعنی میری وفات ہو جائے) تو ثمغ اور صرمہ بن اکوع اور جو غلام وہاں ہے اور خیبر کے (میرے) سو حصے اور جو غلام وہاں ہیں، اور سو حصے وہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس وادی میں سے دیئے تھے جو خیبر کے قریب ہے، ان سب کی متولی (ونگران) تاحیات حفصہ (جو عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور اُمُ المؤمنین ہیں) رہیں گی، پھر ان کے بعد وہ شخص جو اس خاندان والوں میں صاحبِ رائے ہو، اس شرط پر کہ یہ مال نہ بیچا جائے اور نہ خریدا جائے بلکہ جہاں مناسب سمجھے، سائل اور محروم (ونادار) اور رشتہ داروں میں اس کو خرچ کرے، اور جو شخص اس کا متولی ہو اس کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ اس میں سے کھائے یا کھلائے اور یہ کہ اس (باغ) کی آمدنی سے اس کی حفاظت اور خدمت کے لئے کوئی غلام خریدے (ابوداؤد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی قیمتی زمین کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا کہ اس زمین کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کس طرح استعمال کیا جائے؟

اس کے جواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وقف اور صدقہ کا یہ طریقہ تعلیم فرمایا کہ باغ کو بیچنے، خریدنے، ہبہ کرنے اور اس میں وراثت جاری ہونے جیسے مالکانہ حقوق باغ سے ختم کر کے اس باغ کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وقف کر دیں، اور اس باغ کے درخت اور پھل ضرورت مندوں، فقراء، مسکینوں، غلاموں، رشتہ داروں، مہمانوں اور مسافروں ومجاہدین کے لئے صدقہ کر دیں۔

محدثین اور اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل مزید ہدایات بھی حاصل ہوتی ہیں:

(1)...... اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کسی چیز کو وقف کرنا، دراصل ایک صدقۂ جاریہ ہے، اور صدقۂ جاریہ کا یہ طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمودہ ہے۔

(2)...... اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ خیرات کرنا، اور خاص طور پر وہ مال جو پسندیدہ بھی ہو، فضیلت کا باعث ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا بہترین باغ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں وقف کیا، نیز کوئی بھی خاص کام کرنے سے پہلے علم والوں سے مشورہ کر لینا بھی نہایت مفید عمل

ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ وہدایت طلب کی۔

(3)...... وقف کردہ چیز میں وقف کرنے والے کا جائز شرائط لگانا درست ہے، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باغ کے متولی کے لئے دستور کے مطابق وقف کردہ باغ کے پھلوں اور درختوں کو استعمال کرنے کی شرط لگائی۔

(4)...... رشتہ داروں پر صدقہ خیرات کرنے میں دو طرح کے اجر ہیں، ایک صدقہ کرنے کا ثواب، اور دوسرا رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا ثواب، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ کے مصارف و مستحقین میں رشتہ داروں کا خاص طور پر ذکر کیا۔

(5)...... وقف کردہ چیز میں اس کے متولی ونگران کے لئے دستور کے مطابق اپنا حق رکھنا بھی جائز ہے، تاکہ متولی ونگران وقف کردہ چیز کی نگہداشت وحفاظت صحیح طریقہ سے کرسکے، اسی طرح وقف کردہ چیز کے ذریعہ مزید ملازم وغیرہ رکھنا بھی جائز ہے، جو وقف کردہ مال کی حفاظت ونگرانی میں متولی کی مدد کرے، البتہ وقف کے متولی ونگران اور وقف کے ملازمین کے لئے حدود سے تجاوز کرنا، اور وقف کے مال میں زیادتی اور اس کا نقصان کرنا جائز ہے، اس کے لئے تقویٰ اور خوفِ خدا اختیار کرنا چاہئے۔

(6)...... وقف کردہ چیز کا متولی ونگران مقرر کرلینا بہتر ہے، تاکہ وقف کردہ چیز محفوظ رہ سکے، اور اس کے لئے واقف (یعنی وقف کرنے والے) کے قریبی رشتہ داروں کو مقرر کرنا بھی جائز ہے، جبکہ وہ نیک نیت اور خوفِ خدا رکھنے والے ہوں، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد اپنی بیٹی اُمُّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اپنے وقف کردہ باغ کا متولی مقرر فرمایا۔

(7)...... وقف کردہ چیز کے لئے کوئی دستاویز اور تحریر تیار کرنا بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ طریقہ سے ثابت ہے، نیز اس تحریر پر گواہ بھی مقرر کرلینے چاہئیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا باغ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ لینے کے وقت ہی وقف کردیا تھا، اور بعد میں وقف کردہ باغ سے متعلق دستاویز تیار کرا کر اس پر گواہ بھی بنالیے تھے۔ [1]

---

[1] تفصیل فی: شرح النووی علی مسلم، تحت رقم الحدیث ۱۶۳۲، ومرقاۃ، تحت رقم الحدیث ۳۰۰۸)

جلد 1

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... معینُ المفتی

(2)... رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَۃِ التَّمْلِیْکِ

(3)... غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم

(4)... اَلْمَشَاکِلُ الْحَاضِرَۃُ فِیْ حُرْمَۃِ الْمُصَاھَرَۃِ

(5)... تحقیق طلاق بالکتابۃ والاکراہ

(6)... مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 2

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق

(2)... کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء

(3)... اشکالیات فلکیة وفقهیة حول تحدید مواقیت الصلاۃ.

(4)... کیفیةُ التحقق من صحة مواقیت الصلاۃ فی التقاویم.

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 3

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... النظر والفکر فی مبدء السفر والقصر

(2)... بِدَایَۃُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَۃِ الْحَضَرِ وَالْمِصْرِ

(3)... منعُ مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر

(4)... جڑواں شہروں (Twin cities) میں سفر و قصر کا حکم

(5)... محرم کے بغیر سفر کا حکم

مصنّف

مفتی محمد رضوان

جلد 4

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق

(2)... کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم

(3)... غیرُ اللہ کی نذر و نیاز و ذبح کا حکم

(4)... رؤیتِ باری تعالیٰ

(5)... قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم

(6)... خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم

(7)... محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

جلد5

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

(2)... مقدس اوراق کا حکم

(3)... قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم

(4)... خیرُ بقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

جلد6

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر

(2)... جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

جلد7

علمی و تحقیقی رسائل

متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق

13 علمی، فقہی و تحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

جلد8

علمی و تحقیقی رسائل

(1)... اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب

(2)... تفرّد کی حقیقت

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی

فون: 051-5507270

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

بیکری میں مختلف چیزیں!

پیارے بچو! گرمی میں ظہر کے بعد کا سخت گرم موسم تھا۔ گرمیوں میں لوگ اکثر بازار شام کو اس وقت جاتے ہیں جب دھوپ کم ہو جاتی ہے اور دن ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ ایک دن حمزہ اور علی دو دوست جو کہ ایک ہی محلے میں رہتے تھے، اپنے گھر کے نزدیک ایک بیکری پر گئے جہاں مختلف قسم کی کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ وہ دونوں بیکری میں آئس کریم لینے کے لیے داخل ہوئے۔ بیکری میں اے۔ سی چل رہا تھا اور وہاں کی ہوا ٹھنڈی تھی۔ جوں ہی وہ دونوں بیکری میں داخل ہوئے تو انہیں ٹھنڈی ہوا سے راحت ملی۔

بیکری میں بہت ہجوم تھا۔ وہاں ان دونوں کے ایک پڑوسی بھی آئے ہوئے تھے جن کا نام عبدالکریم تھا۔ وہاں دو اور لڑکے کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ حمزہ اور علی ان دونوں کو نہیں پہچانتے تھے۔ عبدالکریم صاحب بوڑھے آدمی تھے، اسی لیے وہ چیزیں آرام آرام سے خرید رہے تھے۔ اس بیکری میں خود ہی ساری چیزیں لینا پڑتی تھیں۔ حمزہ اور علی نے سفید انگور کی آئس کریم لینا چاہی۔ آئس والی جگہ لوگوں کا بہت ہجوم تھا جو کہ قطار بنا کر اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے۔ وہاں سے سب آئس کریم لے کر پیسے کاؤنٹر پر جمع کروا رہے تھے۔ عبدالکریم صاحب کی باری آئی تو انہیں بٹوے سے پیسے نکالنے میں کچھ وقت لگ رہا تھا۔ آخر جب ان سے پیسے نہ نکالے گئے تو انہوں نے اپنی لاٹھی ایک طرف رکھی اور پیسے نکالنے لگے۔

عبدالکریم صاحب نے ابھی پیسے نکالے ہی تھے کہ پاس کھڑے دو لڑکے جو باتیں کر رہے تھے آگے ہوئے اور اپنی باری کا انتظار کیے بغیر اپنی چیزوں کے پیسے دینے کے لیے آگے ہو گئے۔ حمزہ اور علی ان دونوں کی اس حرکت کو غور سے دیکھ رہے تھے۔

عبدالکریم صاحب یہ سب دیکھ کر بالکل خاموش رہے اور کچھ کہہ نہ پائے۔ کبھی تو وہ ایک نظر اس بندے کو دیکھتے جو پیسے وصول کر رہا تھا اور کبھی ان دو لڑکوں کو دیکھتے۔ عبدالکریم صاحب کو ان دونوں

لڑکوں کی اس حرکت سے بہت صدمہ پہنچا۔اورانہیں یہ بھی سمجھ نہ آیا کہ انہیں کیسے اچھا سلوک سکھایا جائے۔یہ سب سوچ کر وہ اپنے آپ سے ہی کہنے لگے:''ان دونوں بچوں کو بہت جلدی ہے اور ان کو کسی کا احترام نہیں آتا،یہاں تک کہ مجھ جیسے بوڑھے کا خیال تک نہ آیا''

جب پیسے وصول کرنے والے نے ان دونوں لڑکوں سے پیسے وصول کر لیے تو دوبارہ عبدالکریم صاحب طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا:

''جی آپ فرمائیں''

اسی لمحے حمزہ اور علی عبدالکریم صاحب کے پیچھے کھڑے تھے جوں ہی عبدالکریم صاحب نے حمزہ اور علی کو دیکھا تو پیسے وصول کرنے والے سے کہنے لگے:

''ان دونوں سے پہلے آپ لے لیں،یہ دونوں بھی بہت جلدی میں ہوں گے۔''

حمزہ نے بہت ادب سے کہا:

''نہیں،آپ پہلے دے دیں ہم آپ کے بعد خرید لیں گے،کیونکہ ابھی آپ کی باری ہے۔''

عبدالکریم صاحب کو ان دونوں کا یہ سلوک بہت اچھا لگا۔ان کو اِن چھوٹے دو لڑکوں سے اس طرح کے سلوک کی توقع نہ تھی۔عبدالکریم صاحب مسکرائے اور کہنے لگے:

''میں آپ دونوں کے اس طرح کے رویئے کی قدر کرتا ہوں''

پیارے بچو!ہمیشہ اپنی باری کا انتظار کرو۔اس طرح آپ کے تمام کام خیر اور بھلائی سے ہو جائیں گے،اور آپ لوگوں میں سے بھی کسی کی کا حق ضائع نہیں کریں گے۔

اقبال ٹریڈرز

ہمارے ہاں پلاسٹک،اسٹیل،آفس فرنیچر اور کمپیوٹر ٹیبل کی ورائٹی دستیاب ہے
اس کے علاوہ المونیم کی کھڑکیاں اور دروازے،سیلنگ،بلائنڈز،وال پیپر،ونائل فلور ٹائل بھی دستیاب ہیں

بالمقابل چوک کوہاٹی بازار مری روڈ راولپنڈی
فون 5962705--5503080

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط 21) مفتی طلحہ مدثر

رہائش اور خرچہ میں خواتین کے اختیارات (حصہ دوم)

معزز خواتین! گزشتہ قسط میں مختصراً شوہر کے ذمہ بیوی کا نان نفقہ واجب ہونے پر روشنی ڈالی گئی تھی، جس میں اس بات کی وضاحت بھی کی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بیوی کا نان نفقہ شوہر کے ذمہ لازم قرار دیا، جس کا بیان قرآن مجید میں بھی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی احادیث میں اس پر زور دیا ہے، آگے اسی سے متعلق کچھ تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

بیوی کا رہائش میں حق واختیار

جب تک معاشرے میں سادگی تھی اس وقت تک فطرت کے مطابق زندگی گزارنا آسان تھا، جب سے معاشرے میں سادگی کی جگہ تکلفات نے لینا شروع کردی تب سے انسان فطرت سے دور ہوتا گیا اور پھر بعض اوقات تو فطرت کے مطابق زندگی گزارنا مشکل کے بجائے ناممکن سا ہوجاتا ہے، مزید رہی سہی کسر غیر اقوام کے ساتھ میل جول اور انکے معاشرتی طور طریقوں کے اسلامی معاشرے میں خلط ملط ہونے سے پوری ہوگئی، چنانچہ اس سبب سے جہاں ایک طرف دین سے دوری پیدا ہوئی، تو دوسری طرف دین پر عمل پیرا ہونا مشکل بھی ہوگیا۔

اسلام نے بیوی کو رہائش کا حق دیا ہے، شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ بیوی کو رہائش دے، ہمارے معاشرے میں بے جا تکلفات کی وجہ سے یہ ایک مسئلہ بن کر رہ گیا ہے، خصوصاً مشترکہ خانگی سسٹم میں، جوائنٹ فیملی سسٹم بذات خود برا نہیں ہے، ایک دوسرے کا ساتھ میسر رہنا، غمی خوشی میں اپنوں کا پاس موجود ہونا، بڑوں کے سائے میں پرورش پانا، زیادہ افراد کی کمائی ہوئی آمدنی کا یکجا ہوکر خرچ ہونے سے اخراجات کا بوجھ کم ہوجانا وغیرہ وغیرہ، اس سسٹم کے وہ قابل ذکر پہلو تھے، جس کی وجہ سے یہ سسٹم لوگوں کو ایک فرحت بخش معاشرتی زندگی فراہم کرنے کی اہلیت رکھتا تھا، لیکن توقعات کے برعکس ہمارے معاشرے میں اس سسٹم سے مثبت کے ساتھ جو منفی اثرات بھی

مرتب ہوئے، اس کا تلخ احساس ہر اس فردِ بشر کو ہے جو اسکے ان منفی اثرات کا شکار ہوتا ہے، اور ان منفی اثرات سے کوئی طبقہ بچا ہوا نہیں ہے، امیر، غریب، دیندار، بے دین، پڑھا لکھا، جاہل، تاجر، ملازم سب یکساں طور پر اس کا شکار ہیں۔

صد تعجب و حیرت یہ کہ اس کے مضرات سے واقف یا شکار ہونے کے باوجود بھی کچھ لوگ اس نظام کی تعریف میں آسمان زمین کے قلابے ملاتے نظر آتے ہیں، جس سے بعض اوقات یہ محسوس ہوتا ہے کہ لوگ اس سسٹم سے نکلنا ہی نہیں چاہتے یا پھر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے ان کو کوئی فائدہ حاصل ہو جائے گا، جبکہ حقیقت بالکل واضح اور اس کے برعکس ہے۔

اس سسٹم کے اکثر مسائل کی شروعات خواتین کی طرف سے ہوتی ہے، لیکن خواہی نہ خواہی مرد حضرات کو بھی اس میں کودنا پڑتا ہے، جس کی وجہ سے دیکھنے میں تو وہ جوائنٹ سسٹم ہوتا ہے لیکن اس سسٹم کے اندر نہ جانے کتنے مخفی نظام چل رہے ہوتے ہیں اور بے ساختہ قرآن مجید کی آیت یاد آجاتی ہے (بطورِ استشہاد نہ کہ بطورِ استدلال)

"بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ"

(ان کی آپس کی مخالفتیں بہت سخت ہیں۔ تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو، حالانکہ ان کے دل بٹے ہوئے ہیں)

یہ آیت اگرچہ کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھی، لیکن بدقسمتی سے مسلمان اپنے کردار سے اس آیت کا مصداق بن رہے ہیں، باہم دل پھٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے وہ معمولی معمولی تلخیاں اور نوک جھونک جو گھر کے باورچی خانے سے شروع ہوتی ہیں، اکثر و بیشتر بڑے بڑے وراثتی تنازعہ کی صورت اختیار کر کے شہر کے کچہری، تھانے میں ختم ہوتی ہیں، جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ مشترکہ خاندانی نظام میں اکثر و بیشتر گھر کے معاملات میں وہ بندہ دخیل ہوتا ہے جس کی آمدنی سے گھر کے اخراجات یا اس کا بڑا حصہ چل رہا ہوتا ہے، ایسی صورت میں وہ اس بات کو اپنا حق تصور کرتا ہے کہ وہ گھر کے تمام معاملات میں دخل اندازی کرے، خواہ اس کا تعلق گھر کے کسی فرد کے نجی معاملہ سے ہی کیوں نہ ہو، جس سے دوسرے افراد کی زندگی میں پریشانی پیدا ہوتی ہے، حالانکہ اس طرح کے نجی

معاملات سے اس شخص کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

خیر جوائنٹ فیملی سسٹم کی بات تو ضمناً آ گئی، اصل مدعا یہ تھا کہ بیوی کو شریعت نے اس بات کا حق دیا ہے کہ وہ خاوند سے اپنے لیے ایک الگ رہائش کا مطالبہ کرے، یہ اس کا شرعی حق ہے، جس میں وہ اپنی جان و مال کی حفاظت کر سکے اور دوسروں کے عمل دخل کے بغیر آزادی کے ساتھ اور بلا تکلف اٹھنا، بیٹھنا، لیٹنا وغیرہ کر سکے، اس رہائش میں شوہر کے اہلِ خانہ یا کوئی اور فرد بیوی کے ساتھ شریک نہ ہو، بلکہ بیوی اس رہائش میں خود مختار ہو، رہائش کا مطلب یہ ہے کہ اس میں زندگی کے تمام متعلقات بھی دستیاب ہوں، چنانچہ بیت الخلاء اور غسل خانہ، باورچی خانہ بھی اس رہائش میں داخل ہے، لہذا اگر کوئی بیوی شوہر سے اپنے اس حق کا مطالبہ کرے تو اس کو لعن طعن کرنا یا طنز و ملامت کے نشانے پر رکھنا درست نہیں، بلکہ شوہر پر شرعاً لازم ہے کہ وہ بیوی کا یہ مطالبہ پورا کرے، البتہ اگر بیوی ایسے گھرانے سے ہے جہاں بیت الخلاء، غسل خانہ، باورچی خانہ مشترک ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں ان سب کے بیوی اور شوہر کے اہلِ خانہ کے درمیان مشترک ہونے کی گنجائش ہے، البتہ پھر بھی عافیت اور سلامتی اسی میں ہے کہ باورچی خانہ الگ ہو کیونکہ اصل آگ یہاں ہی بھڑکتی ہے۔

آج کے دور میں بیوی کو الگ رہائش مہیا کرنا دیہات یا قصبات میں شاید اتنا دشوار نہ ہو، لیکن گنجان شہروں اور کثیر الآبادی والے علاقوں میں بیوی کو الگ رہائش دینا ایک دردِ سر بنا ہوا ہے، خصوصاً ان گھرانوں میں جو بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے متوسط طبقے (middle class) یا اس سے نیچے (lower class) کی شرح میں شمار کیے جاتے ہیں، ان افراد کے لیے اس دور میں رہائش کا الگ انتظام انکی محدود آمدنی میں بعض اوقات ممکن نہیں ہوتا، ایسی صورت میں انکے لیے کیا راستہ ہے؟ تو اس کا واضح جواب یہ ہے، کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ اس کو اپنے بارے میں یقین ہے کہ وہ بیوی کو اس کا رہائش سے متعلق شرعی حق ادا کرنے پر قادر ہے، مثلاً وہ ایک چھوٹا مکان یا پھر کم از کم مکان کی ایک منزل کا انتظام کر سکتا ہو، تو ایسی صورت میں اس کو شادی کرنی چاہیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنا چاہیے، اور اس شخص کو نکاح کرنے پر وہ بے شمار فضائل حاصل ہوں

گے، جن کا احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص ایسا انتظام اپنی محدود آمدنی سے پورا کرنے پر قادر نہیں ہے تو براہ مہربانی کسی کی بچی کی زندگی تلخ نہ کریں، شادی بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، ایمان کی تکمیل کرنے والی ہے، نظر کی حفاظت کا ذریعہ ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نکاح کے بعد اپنے ذمہ لازم ہونے والے حقوق کی قدرت نہ ہونے کے باوجود یہ عمل کیا جائے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تو پوری کر لی جائے اور قرآن واحادیث میں بیوی کے جو حقوق لازم کیے گئے ہیں، ان سے صرفِ نظر کر لی جائے، اور حقوق کی عدم ادائیگی کے یقین کے باوجود نکاح کر کے بیوی کی حق تلفی کی جائے، کیونکہ اگر معاشرے کے ہر فرد کے لیے نکاح ضروری قرار دیا جائے تو آیت

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّى يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (سورہ نور آیت ۳۳)

(اور جو لوگ نکاح کی وسعت نہ رکھتے ہوں وہ پاکدامن رہیں یہاں تک کہ اللہ ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے)

اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

”ومن لم يستطع فعليه بالصوم، فإنه له وجاء“ (صحیح مسلم کتاب النکاح)

(اور جو نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا تو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ یہ شہوت ختم ہونے کا ذریعہ ہے)

میں معاشرے کے کونسے افراد کو مخاطب کیا جا رہا ہے، اسی طرح فقہاء نے جن افراد کے بارے نکاح کرنے کو حرام یا مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، ان سے کونسے افراد مراد ہیں؟ ظاہر ہے اس سے ایسے ہی افراد مراد ہیں، جو نکاح کے بعد اس کے حقوق ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں، ان منجملہ حقوق میں سے رہائش کا حق بھی ہے، جو ادا کرنا لازمی ہے، فقہاء کرام جو لامحالہ نکاح سے حاصل ہونے والے فضائل وفوائد ہم سے بہتر طریقہ سے جانتے تھے، کیونکہ ان علماء اور امت کے مقتداء حضرات نے کچھ مخصوص صورتوں میں نکاح کو ممنوع قرار دیا، صرف اسی وجہ سے کہ فضائل کا حصول

صرف اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ متعلقہ مسائل اور اس کے متعلقہ لوازمات پر عمل ہو، ورنہ فضائل کے شوق میں حرام کا ارتکاب کر لینا بالکل ایسا ہی ہے، جیسے کوئی تہجد اور قیام اللیل کے فضائل کے شوق میں رات بھر عبادت کرے اور فجر سے پہلے لمبی تان کر سو جائے اور نماز قضا کر دے، جو کسی طرح بھی شرعاً قابلِ قبول نہیں ہے۔

اب یہاں ایک بات قابلِ لحاظ وتوجہ ہے کہ بعض بیویاں ان حقوق کا ناجائز استعمال بھی کرتی ہیں، وہ ایسے کہ جب ان کے خاوند شریعت کے پیشِ نظر ان کو الگ رہائش وغیرہ کا انتظام کر دیتے ہیں، تو وہ وقتاً فوقتاً اس بات کی کوشش کرتی رہتی ہیں کہ کسی طرح ان کے شوہر اپنے والدین اور دیگر اہلِ خانہ سے تعلقات کم کر دیں، یہ بھی غلط اور قابلِ اصلاح طرزِ عمل ہے، یاد رکھیے جیسے بیوی کا حق تلف کرنا اور اس میں کوتاہی کرنا برا اور مذموم ہے، اسی طرح والدین اور دیگر اعزہ سے قطع رحمی کرنا، حسنِ سلوک ترک کرنا، خبر گیری نہ کرنا، ان کی ضروریات کا خیال نہ رکھنا، والدین کی نافرمانی کرنا یہ بھی اتنا ہی مذموم اور برا ہے، کیونکہ جیسے ایک صورت میں بیوی کا حق مارا جا رہا تھا، تو دوسری طرف والدین اور دیگر اعزہ کی حق تلفی پائی جا رہی ہے، بیوی کو الگ رہائش دینا اس بات کو قطعاً لازم نہیں کرتا کہ والدین کی حق تلفی کی جائے، والدین کی اطاعت اور حسنِ سلوک آخری دم تک لازم رہے گا، خواہ ان کے ساتھ رہا جائے یا ان سے الگ، اعتدال ان دونوں صورتوں کے درمیان ہے۔

(جاری ہے............)

پروپرائیٹر: وسیم ریاض

ریاض سٹیل فرنیچر اینڈ الماری سنٹر

ہمارے ہاں الماری، کیبنٹ، سیف، آفس فرنیچر وغیرہ دستیاب ہیں

دوکان نمبر: M-76,77
وارث خان بس سٹاپ، راولپنڈی

Tel: 051-5500104
Ph: 051-5962645
Mob: 0333-5585721

نیکی کے ارادے پر اجروثواب حاصل ہوتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ: إِذَا ھَمَّ عَبْدِیْ بِحَسَنَۃٍ وَلَمْ یَعْمَلْھَا، کَتَبْتُھَا لَہٗ حَسَنَۃً، فَإِنْ عَمِلَھَا کَتَبْتُھَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلٰی سَبْعِ مِائَۃِ ضِعْفٍ، وَإِذَا ھَمَّ بِسَیِّئَۃٍ وَلَمْ یَعْمَلْھَا، لَمْ أَکْتُبْھَا عَلَیْہِ، فَإِنْ عَمِلَھَا کَتَبْتُھَا سَیِّئَۃً وَاحِدَۃً (مسلم)

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرتا ہے، اور بعد میں اس نیکی پر عمل نہیں کرتا تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہوں، پھر اگر وہ اُس ارادہ کے مطابق عمل بھی کرلیتا ہے، تو میں اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہوں، سات سوگنا تک۔

اور جب وہ بُرائی (وگناہ کا کام کرنے) کا ارادہ کرتا ہے، اور اُس بُرائی پر عمل نہیں کرتا، تو میں اس کے لئے (بُرائی کو) نہیں لکھتا، پھر اگر وہ اُس بُرائی پر عمل کرلیتا ہے، تو میں اس کے لئے ایک بُرائی کو ہی لکھتا ہوں (مسلم، 128 "204")

یعنی صرف نیکی کے ارادے پر بھی ایک اجر لکھ دیا جاتا ہے، اور عمل کرنے کی صورت میں اس کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، اور اس کے برعکس صرف گناہ کا ارادہ کرنے پر گناہ نہیں لکھا جاتا، اور اگر وہ گناہ کرلیا جائے، تو صرف ایک برائی ہی لکھی جاتی ہے۔

Savour Foods®

● RAWALPINDI
Gordon College Road
Tel: 5532556-8,Fax: 5531923

● ISLAMABAD
Blue Area
Tel:2348097-9

● Lahore
Shama Chowk
Ferozpur Road
Tel: 37422635,37422640

● Pindi Cricket Stadium
Tel:4855019 , 4855021

● Melody Food Park
Tel:2873300

www.savourfoods.com.pk

نمازِ فجر وعشاء کو چھوڑ دینا، منافقین کا طرزِ عمل ہے

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا الصُّبْحَ، فَقَالَ : أَشَاهِدٌ فُلَانٌ، قَالُوْا : لَا، قَالَ : أَشَاهِدٌ فُلَانٌ، قَالُوْا : لَا، قَالَ : إِنَّ هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ أَثْقَلُ الصَّلَوَاتِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ، وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا فِيْهِمَا لَأَتَيْتُمُوْهُمَا، وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الرُّكَبِ وَإِنَّ الصَّفَّ الْأَوَّلَ عَلٰى مِثْلِ صَفِّ الْمَلَائِكَةِ وَلَوْ عَلِمْتُمْ مَا فَضِيْلَتُهُ لَابْتَدَرْتُمُوْهُ (سنن ابی داود)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک دن فجر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا کہ کیا فلاں موجود ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں، فرمایا کہ کیا فلاں موجود ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقین پر ان دو (عشاء اور فجر کی) نمازوں سے زیادہ بھاری اور کوئی نماز نہیں ہے، اور اگر تم ان دونوں نمازوں میں پائے جانے والے اجر وثواب کو جان لو، تو ان نمازوں میں ضرور آ ؤ، اگر چہ گھٹنوں کے بل گھسٹ کر کیوں نہ ہو، اور بے شک پہلی صف (درجہ ومقام کے اعتبار سے) فرشتوں کی صف کی طرح ہوتی ہے، اور اگر تم پہلی صف کی فضیلت کو جان لو، تو تم ضرور اس کے لئے پیش قدمی کرو گے (ابوداؤد، حدیث نمبر554)

نماز کے لیے سستی سے کیسے چھٹکارا حاصل کیا جائے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

يَعْقِدُ الشَّيْطَانُ عَلٰى قَافِيَةِ رَأْسِ أَحَدِكُمْ ثَلَاثَ عُقَدٍ إِذَا نَامَ، بِكُلِّ عُقْدَةٍ يَضْرِبُ عَلَيْكَ لَيْلًا طَوِيلًا، فَإِذَا اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ، وَإِذَا تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عَنْهُ عُقْدَتَانِ، فَإِذَا صَلّٰى انْحَلَّتِ الْعُقَدُ، فَأَصْبَحَ نَشِيطًا طَيِّبَ النَّفْسِ، وَإِلَّا أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ (مسلم، رقم الحدیث 772"207")

ترجمہ: شیطان تم میں سے کسی کی گُدّی پر سونے کے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے، ہر گرہ پر یہ کہہ کر پھونک دیتا ہے کہ تمہاری رات لمبی ہے، پھر جب وہ سونے والا بیدار ہوتا ہے، پھر وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے، تو ایک گرہ کُھل جاتی ہے، اور جب وضو کرتا ہے، تو اس کی دو گرہیں کُھل جاتی ہیں، پھر جب نماز بھی پڑھ لیتا ہے تو تمام گرہیں کُھل جاتی ہیں، اور وہ تروتازہ اور پاکیزہ طبیعت کے ساتھ صبح کرتا ہے، ورنہ نفس کے پراگندہ اور کاہل (وسُست) ہونے کی حالت میں صبح کرتا ہے (مسلم)

یعنی نماز کے لیے بیدار ہونے پر فوراً اللہ کا ذکر اور دعا وغیرہ پڑھ لینی چاہئے، اس کے بعد وضو کر کے نماز پڑھ لینی چاہئے، ورنہ سستی و کاہلی کی وجہ سے نماز ضائع اور اس کے نتیجہ میں بے برکتی ہو جاتی ہے۔

CANNON PRIMAX PLUS

15 سالہ گارنٹی

051-5517039
0300-8559001

نذیر سنز

Cannon not selling a mattress but a good night sleep

418۔خان بلڈنگ بابو بازار، صدر راولپنڈی

مومن جس بھی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے،تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَحَدٌ مِّنَ النَّاسِ يُصَابُ بِبَلَاءٍ فِيْ جَسَدِهٖ إِلَّا أَمَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمَلَائِكَةَ الَّذِيْنَ يَحْفَظُوْنَهٗ فَقَالَ : اُكْتُبُوْا لِعَبْدِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ، مَا كَانَ يَعْمَلُ مِنْ خَيْرٍ، مَا كَانَ فِيْ وِثَاقِيْ (مسنداحمد، رقم الحدیث 6482)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں جس شخص کے بھی جسم میں کوئی بیماری ہوجاتی ہے،تو اللہ عزوجل اُن فرشتوں کو جونامۂ اعمال کومحفوظ کرنے والے ہیں، یہ حکم فرماتے ہیں کہ تم میرے بندہ کے لئے ہر دن اور رات میں وہ سب خیر والے اعمال لکھو، جو وہ (تن درستی کی حالت میں) کیا کرتا تھا، جب تک کہ یہ (بیماری کی وجہ سے) میری قید میں ہے(مسنداحمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مومن آدمی بیمار ہوتا ہے،اور وہ اس بیماری کی وجہ سے بعض نیک اعمال کی ادائیگی سے قاصر ہوجاتا ہے،تو اس بیماری کی حالت میں بھی وہ اعمال اس کے کھاتے میں لکھے جاتے ہیں کہ جن کوادا کرنے سے وہ قاصر ہوتا ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی بیماری میں مبتلا مومن شخص ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت میں ہوتا ہے، جب تک کہ وہ اس ناشکری اور جزع وفزع نہ کرے، چاہے وہ سر کا درد ہی کیوں نہ ہو۔

نیو عباسی الیکٹرونکس

بااختیار ڈیلر
Dawlance
CORONA
UNITED

فریج، ڈیپ فریزر، واشنگ مشین، جوسر، استری، گیزر، کچن کی تمام ورائٹی
بہترین ہوم سروس دی جاتی ہے

Deals in: All kind of Electric & Gas Appliances

شہناز پلازہ، چاندنی چوک، مری روڈ راولپنڈی۔فون: 051-4906381, 0321-5365458

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

کعبہ کو دیکھنے کے وقت دعاء کا حکم (قسط6)

امام ابنِ خزیمہ کا حوالہ

امام ابنِ خزیمہ (المتوفیٰ: 311ہجری) نے ’’صحیح ابنِ خزیمۃ‘‘ میں حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی سات مواقع پر ہاتھ اٹھانے کی حدیث اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیت اللہ کو دیکھتے وقت ہاتھ اٹھانے کی روایت کے بارے میں فرمایا کہ ان کا حضرت جابر بن عبداللہ کی اُس حدیث سے تعارض نہیں، جس میں بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کو ناپسند کیا گیا ہے، اور اس کو یہودیوں کا عمل بتایا گیا ہے۔[1]

جس پر امام ابنِ خزیمہ نے مہاجر بن عکرمہ کی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں انہوں نے نماز اور طواف سے فارغ ہونے کے بعد مسجدِ حرام سے نکلتے وقت، بیت اللہ کا استقبال کرنے کو یہود کا فعل قرار دیا ہے۔

استدلال کا حاصل یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ان کی پہلی حدیث کی تفسیر کرتی ہے

[1] باب کراهة رفع اليدين عند رؤية البيت بذكر خبر مجمل غير مفسر، قد توهم بعض من لا يميز بين الخبر المجمل والمفسر أنه خلاف خبر عمر بن الخطاب أنه رفع يدية حين رأى البيت، ويحسب أنه خلاف خبر مقسم عن ابن عباس، ونافع عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم، ترفع الأيدى فى سبع مواطن فى الخبر :وعند استقبال البيت .

حدثناه عبد الله بن سعيد الأشج، حدثنا المحاربى، عن ابن أبى ليلى، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس، وعن نافع، عن ابن عمر قال :قال النبى صلى الله عليه وسلم :ترفع الأيدى فى سبعة مواطن، وفى الخبر وعند استقبال البيت "قال أبو بكر :لم أجعل لهذا الخبر بابا لأنهم قد اختلفوا فى هذا الإسناد وبينته فى كتاب الكبير.

حدثنا محمد بن بشار، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة قال :سمعت أبا قزعة الباهلى يحدث عن المهاجر المكى قال :سئل جابر بن عبد الله عن الرجل يرى البيت أيرفع يديه قال :ما أظن أحدا يفعل هذا إلا اليهود، وقد حججنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يكن يفعل هذا(صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ۲۷۰۳و ۲۷۰۴)

کہ انہوں نے بیت اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھانے کے جس فعل کو یہودیوں کا فعل قرار دیا، اس سے بیت اللہ کو اول مرتبہ دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مراد نہیں، بلکہ مسجد حرام سے نکلتے وقت، بیت اللہ کی طرف رُخ کر کے ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔ [1]

امام ابنِ خزیمہ کے اس استدلال سے متاثر ہو کر منسلکہ فتوے میں بھی بحث کی گئی ہے، جس کے نتیجہ میں امام طحاوی اور مذہبِ حنفیہ کے قول میں خلطِ مبحث لازم آ گیا ہے۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اولاً تو یہ امام ابنِ خزیمہ کا اپنا موقف اور استنباط یا استدلال ہے، جو حنفیہ پر حجت نہیں، دوسرے امام ابنِ خزیمہ کا یہ استدلال محلِّ تأمل ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی پہلی روایت میں اُن سے سوال درجِ ذیل الفاظ میں مذکور ہے کہ:

"سئل جابر بن عبد الله عن الرجل يرى البيت أيرفع يديه"

جس سے ظاہر ہے کہ ان سے یہ سوال بیت اللہ کو دیکھ کر رفعِ یدین کرنے سے متعلق کیا گیا تھا۔

جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں اُن سے سوال درجِ ذیل الفاظ میں مذکور ہے کہ:

"سألنا جابر بن عبد الله عن الرجل يقضى صلاته وطوافه ثم يخرج من المسجد فيستقبل البيت"

دوسری روایت میں سوال صرف بیت اللہ کا استقبال کرنے سے متعلق ہے، اور وہ بھی نماز اور طواف سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلتے وقت، اس میں رؤیتِ بیت اللہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کے سوال کا ذکر نہیں۔

اور یہ بات ممکن ہے کہ جس طرح دوسری روایت میں مذکورہ حالت یہودیوں کا طرزِ عمل ہو، اور اسی طرح پہلی حالت بھی یہودیوں کا طرزِ عمل ہو۔

---

[1] باب ذكر الخبر المفسر للفظة المجملة التى ذكرتها، والدليل على أن جابر بن عبد الله إنما أراد بقوله :لم يكن يفعل هذا، أى :لم نكن نرفع أيدينا عند الخروج من المسجد بعد الفراغ من الطواف والصلاة، ولم نكن نستقبل البيت فنرفع أيدينا بعد ذلك، لا أنا لم نكن نرفع أيدينا عند رؤية البيت أول ما نراه. ثنا محمد بن يحيى، ثنا مسلم بن إبراهيم، ثنا قزعة، حدثنى سويد بن حجير، ثنا المهاجر بن عكرمة قال :سألنا جابر بن عبد الله عن الرجل يقضى صلاته وطوافه ثم يخرج من المسجد فيستقبل البيت، فقال : ما كنت أرى يفعل هذا إلا اليهود(صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ٢٧٠٥)

تیسرے امام طحاوی اور علامہ عینی وغیرہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے کہ حضرت جابر کی مشہور حدیث حجۃ الوداع کے موقع کی ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کا ذکر ہے۔

جبکہ امام ابنِ خزیمہ کی نقل کردہ دوسری روایت میں حج کا کوئی ذکر نہیں۔

چوتھے امام ابنِ خزیمہ نے حضرت جابر کی جو دوسری حدیث پیش کی ہے، اس کی سند میں قزعۃ بن سوید راوی اکثر محدثین کی تصریح کے مطابق ضعیف ہیں۔ [1]

پانچویں امام ابنِ خزیمہ نے جو ''**عند رؤیۃ البیت اول ما نراہ**'' فرمایا، اس کی بھی وضاحت نہیں کی کہ ''**اول ما نراہ**'' سے کونسا اول مراد ہے؟ اور ہمارے نزدیک اس سے ان کی مراد مسجدِ حرام میں داخل ہوتے وقت ''**اول ما نراہ**'' مرداہے، دخولِ مسجدِ حرام کے بعد کی کسی دوسری تیسری رؤیت کے مقابلہ میں، نہ کہ سفر سے آنے اور وہ بھی خاص حج یا عمرہ کی غرض سے آنے والے کی ''**اول مرۃ**''۔

کیونکہ ایسی صورت میں اس کا حج وعمرہ کا نسک ہونا لازم آئے گا، جبکہ یہ لازم آنا درست نہیں، لہٰذا یہ مراد بھی درست نہ ہوگی۔

اور جب ''**اول مرۃ**'' سے ''**عند دخول المسجد الحرام**'' مراد لیا جائے گا، تو اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ جب بھی اور جتنی مرتبہ بھی کوئی مسافر و مقیم مسجدِ حرام میں داخل ہو، یہاں تک کہ مسجدِ حرام سے قریب کا باشندہ، ہر ایک کو اولِ رؤیت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مستحب ہو، حتیٰ کہ اگر کوئی شخص روزانہ

---

[1] ت ق: قزعة بن سويد بن حجير بن بيان الباهلی، أبو محمد البصری......

قال أبو طالب ، عن أحمد بن حنبل: مضطرب الحديث.وقال عباس الدوری وأحمد بن أبی يحيی ، عن يحيی ابن معين: ضعيف.وقال عثمان بن سعيد الدارمی، عن يحيی بن معين:ثقة .

وقال أبو حاتم:ليس بذاک القوی، محله الصدق، وليس بالمتين، يكتب حديثه، ولا يحتج به.

وقال البخاری:ليس بذاک القوی.

وقال أبو عبيد الآجری:سألت أبا داود عن قزعة بن سويد ;قال: ضعيف .كتبت إلی العباس العنبری أسأله عنه فكتب إلی أنه ضعيف.وقال النسائی:ضعيف.

وقال أبو أحمد بن عدی:له غير ما ذكرت أحاديث مستقيمة، وأرجو أنه لا بأس به(تهذيب الكمال، ج٢٣ ص٥٩٣ الیٰ ٥٩٥،ملخصاً، تحت رقم الترجمة ٤٨٧٦)

قزعة بزای وفتحات بن سويد بن حجير بالتصغير الباهلی أبو محمد البصری ضعيف من الثامنة (تقريب التهذيب، ج٢ ص٣٠)

پانچ مرتبہ نماز کے لیے داخل ہو، تو ہر مرتبہ ''**دعا برفع الیدین عند رؤیة البیت**'' مستحب ہو، جس پر عمل آسان نہ ہوگا۔

پھر اگر ٹھہر کر طویل دعا کا مکلّف کیا جائے گا، تو اس کے نتیجہ میں ہر داخل ہونے والے کے دعا کے لیے ٹھہرنے میں جو مفاسد لازم آئیں گے، وہ ظاہر ہیں۔

جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت بالخصوص مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے بعد ٹھہرنا اور توقف کرنا ہی سِرے سے ثابت نہیں، جہاں تک مختصر دعا کا تعلق ہے، تو وہ عام مساجد میں داخل ہونے کی طرح چلتے چلتے بھی پڑھی جاسکتی ہے، اور جب کوئی مسجدِ حرام میں داخل ہوگیا، اور وہاں موجود ہے، پھر وہ بیت اللہ پر نظر کر کے دعا کرتا ہے، اور دعا کے آداب کی بناء پر ہاتھ بھی اٹھالیتا ہے، تو اس میں بھی کوئی مانع نہیں ہونا چاہئے، پھر اول مرۃ کی قید لگانے کی جدوجہد کا کیا فائدہ؟

امام بیہقی کا حوالہ

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 458ہجری) نے ''معرفۃ السنن والآثار'' میں فرمایا:

قال الشافعی فی روایة أبی سعید فی الإملاء :ولیس فی رفع الیدین شیء أکرهه ولا أستحبه عند رؤیة البیت وهو عندی حسن.

قال أحمد :وکأنه لم یعتمد علی الحدیث لانقطاعه، ورواه محمد بن عبد الرحمن بن أبی لیلی، عن الحکم، عن مقسم، عن ابن عباس (معرفة السنن والآثار، للبیهقی ، رقم الروایات ۹۸۰۲، ۹۸۰۳،القول عند رؤیة البیت)

ترجمہ: امام شافعی نے ابوسعید کی روایت کے ذیل میں املاء کے اندر فرمایا کہ بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کے سلسلہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کو میں مکروہ سمجھوں، اور نہ میں اس کو مستحب سمجھتا ہوں، البتہ یہ میرے نزدیک اچھا عمل ہے۔

احمد نے فرمایا کہ شاید امام شافعی نے ابنِ عباس کی حدیث پر اس لیے اعتماد نہیں کیا کہ وہ منقطع (بلکہ معضل) ہے، جس کو محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حکم سے، انہوں نے مقسم سے، اور انہوں نے ابنِ عباس سے روایت کیا ہے (معرفۃ السنن)

امام بیہقی نے امام شافعی رحمہ اللہ کا مذکورہ قول تو بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کے بارے میں نقل کیا ہے، جس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے نہ تو مکروہ قرار دیا، اور نہ ہی مستحب، البتہ اچھا عمل قرار دیا، اور اچھا عمل اس بنا پر بھی ہوسکتا ہے کہ ہاتھ اٹھانا فی الجملہ دعاء کے آداب میں سے ہے، اس لیے مستحب سے نیچے مستحسن عمل، اسی آداب کے قبیل سے ہوسکتا ہے۔

لیکن ''کتابُ الاُم'' میں امام شافعی رحمہ اللہ نے بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کا ذکر کیے بغیر درجِ ذیل دعا کے مستحب ہونے کی تصریح کی ہے:

''اللّٰھم أنت السلام ومنک السلام فحینا ربنا بالسلام''

''اللّٰھم زد ھٰذا البیت تشریفا وتعظیما وتکریما ومھابة وزد من شرفه وکرمه ممن حجه أو اعتمره تشریفا وتکریما وتعظیما وبرا'' [1]

جس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں دعاؤں کا ثبوت ہاتھ اٹھانے کے مقابلہ میں ایسے طریقہ وذریعہ سے ثابت ہے کہ اس کے استحباب پر شبہ نہ ہونا چاہئے، جیسا کہ پہلے اپنے مقام پر گزرا۔

نیز امام بیہقی رحمہ اللہ نے ہی ''معرفة السنن والآثار'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث، اور اس کے بعد ابنِ جریج اور مکحول کی مرسل حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایک ایسے فعل کی نفی کا ذکر ہے، جس کو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

جبکہ دوسری روایت میں اس فعل کے اثبات کا ذکر پایا جاتا ہے، اور ایسی صورت میں ''مثبت کا قول'' نفی کرنے والے کے مقابلہ میں راجح ہوگا، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ

---

[1] أخبرنا سعید بن سالم عن ابن جریج أن النبی -صلى الله علیه وسلم -كان إذا رأى البیت رفع یدیه وقال اللهم زد هذا البیت تشریفا وتعظیما وتكریما ومهابة وزد من شرفه وكرمه ممن حجه أو اعتمره تشریفا وتكریما وتعظیما وبرا أخبرنا سعید بن سالم عن ابن جریج قال حدثت عن مقسم مولى عبد الله بن الحارث عن ابن عباس عن النبی -صلى الله علیه وسلم -أنه قال ترفع الأیدی فی الصلاة وإذا رأى البیت وعلى الصفا والمروة وعشیة عرفة وبجمع وعند الجمرتین وعلى المیت أخبرنا سفیان بن عیینة عن یحیى بن سعید عن محمد بن سعید بن المسیب عن أبیه أنه كان حین ینظر إلى البیت یقول اللهم أنت السلام ومنک السلام فحینا ربنا بالسلام.(قال الشافعی) : فأستحب للرجل إذا رأى البیت أن یقول ما حكیت وما قال من حسن أجزأه إن شاء الله تعالى(الأم،للشافعی ،باب القول عند رؤیة البیت)

کی حدیث کے مقابلہ میں حضرت ابنِ عباس وغیرہ کی حدیث میں قبولیت کی شرائط زیادہ ہیں۔ [1]

امام بیہقی رحمہ اللہ کی پیش کردہ مذکورہ دلیل کا جواب حنفیہ کی طرف سے امام طحاوی اور علامہ عینی کے حوالہ سے پیچھے گزر چکا ہے، جس کے اعادہ کی یہاں چنداں ضرورت نہیں۔

''شرحُ الطیبی'' اور''مرقاۃ'' کا حوالہ

شرف الدین حسین بن عبداللہ طیبی (المتوفیٰ:743ہجری) نے''مشکاۃ'' کی شرح میں فرمایا:

عن المهاجر :قوله(عن الرجل)أى عن حال الرجل، ويرى البيت حال من الرجل ويرفع حال أخرى إما مترادفة، أو متداخلة مظ :وذهب مالك والشافعى وأبو حنيفة إلى هذا، وقال أحمد وسفيان الثورى: يرفع اليدين من رأى البيت ويدعو (شرح الطيبى على مشكاة المصابيح، ج٦،ص ١٩٨١ ،كتاب المناسك،باب دخول مكة والطواف)

---

[1] وروينا عن المهاجر المكى، أنه ذكر لجابر بن عبد الله رفع اليدين عند رؤية البيت، فقال :ما كنت أرى أحدا يفعل هذا إلا اليهود، قد حججنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلم نكن نفعله.

وفى رواية أخرى :أفكنا نفعله .وقد روينا عن ابن جريج، عن النبى صلى الله عليه وسلم :أنه كان إذا رأى البيت رفع يديه، وقال فذكر الدعاء الذى ذكرنا.

ورواه سفيان الثورى، عن أبى سعيد الشامى، عن مكحول، عن النبى صلى الله عليه وسلم مرسلا.

وروى سفيان، عن حبيب، عن طاوس قال :لما رأى النبى صلى الله عليه وسلم البيت رفع يديه، فوقع زمام ناقته، فأخذه بشماله، ورفع يده اليمنى.

فهذه المراسيل انضمت إلى حديث مقسم فوكدته، وليس فى حديث جابر، عن النبى صلى الله عليه وسلم نفى ما أثبتوه من فعل النبى صلى الله عليه وسلم، ولا نفى ما أثبت فى رواية مقسم من قوله، إنما فى حديث جابر نفى فعله وفعل رفاقه، ولو صرح جابر بأنه لم ير رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل ذلك، وأثبته غيره، كان القول قول المثبت، وإن كان إسناد حديثه دون إسناد حديث جابر حتى ما اجتمع فيه شرائط القبول.

وحديث ابن عباس، وابن عمر، برواية ابن أبى ليلى اجتمع فيه شرائط القبول عند بعض من يدعى الجمع بين الآثار، فهو يحتج به وبأمثاله، ونحن لا نحتج بما ينفرد به لسوء حفظه، لكن حديثه هذا صار مؤكدا بانضمام ما ذكرنا من الشواهد إليه .فهو إذا حسن كما قال الشافعى رحمه الله، وليس فيه كراهية، والله أعلم(معرفة السنن والآثار، للبيهقى ، رقم الحديث ٩٨٠٥ الىٰ ٩٨١١،القول عند رؤية البيت)

ترجمہ: حضرت مہاجر سے روایت ہے کہ ان سے اس شخص کی حالت کے متعلق سوال کیا گیا، جو بیتُ اللہ کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے، الخ، امام مالک اور شافعی اور ابوحنیفہ اس طرف گئے ہیں (کہ بیتُ اللہ کو دیکھ کر ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے) اور امام احمد اور سفیان ثوری کا کہنا ہے کہ جو شخص بیتُ اللہ کو دیکھے، وہ ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے گا (شرح الطیبی)

فائدہ: علامہ طیبی نے مذکورہ عبارت میں امام شافعی رحمہ اللہ کا جو قول اور مذہب بیان کیا ہے، وہ درست معلوم نہیں ہوا، کیونکہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تو بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کے مستحب ہونے کے قائل نہیں، اس لیے امام مالک و امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کا انہوں نے جو مذہب بیان کیا ہے، وہ درست ہے، لیکن امام شافعی رحمہ اللہ اس کو مستحسن قرار دیتے ہیں، مگر علامہ طیبی نے ان کی طرف نفی کی نسبت کی، جو کہ صحیح معلوم نہیں ہوتی۔

اور ملاعلی قاری (المتوفیٰ:1014ہجری) نے ''مشکاۃ'' کی شرح ''مرقاۃ المفاتیح'' میں فرمایا:

''مہاجر مکی سے روایت ہے (ظاہر یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں، لیکن مؤلف نے اپنے اسماء الرجال میں ان کا ذکر نہیں کیا) کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا، جو بیت اللہ کو دیکھتا ہے، اور اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے کہ کیا یہ مشروع ہے یا نہیں؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، لیکن ہم ایسا نہیں کرتے تھے، یعنی ہم بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت دعاء میں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے، امام احمد اور سفیان ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول اس کے خلاف ہے۔

(اس پر ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) لیکن علامہ طیبی کی یہ بات امام ابوحنیفہ کے متعلق، بلکہ امام شافعی کے متعلق بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ ان حضرات (یعنی امام ابوحنیفہ اور امام شافعی) نے تصریح کی ہے کہ جب بیتُ اللہ کو دیکھے یا ایسی جگہ پہنچے، جہاں سے

بیتُ اللہ کو دیکھا جا سکتا ہے، اگر اندھے ہونے یا اندھیرے کی وجہ سے بیتُ اللہ کو نہ دیکھ سکے، تو ٹھہر جائے، اور اپنے ہاتھ اٹھا کر دعاء کرے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

ابنِ ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیہقی نے سعید بن مسیّب کی سنت سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایسا کلمہ سنا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی میرے علاوہ اس کو سننے والا باقی نہیں رہا، وہ جب بیت اللہ کو دیکھتے تھے، تو یہ دعا پڑھتے تھے:

”اللهم أنت السلام، ومنک السلام، فحينا ربنا بالسلام“

اور امام شافعی کی سند سے ابنِ جریج سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیتُ اللہ کو دیکھتے تھے، تو اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے، اور یہ دعاء کرتے تھے:

”اللهم زد هٰذا البيت تشريفا، وتعظيما، وتكريما، ومهابة، وزد من شرفه، وكرمه ممن حجه، واعتمره تشريفا، وتكريما، وتعظيما، وبرا“

اور اس کی تائید بیہقی کی روایت کردہ (مرسل ومعضل) سند سے بھی ہوتی ہے، نیز اس کی تائید بیتُ اللہ کے استقبال کے وقت ہاتھ اٹھانے کی ضعیف روایت سے بھی ہوتی ہے، جس کو ابنِ حجر نے ذکر کیا ہے، اور یہ دوسری جگہ میں مذکور ہے (یعنی سات مواقع پر ہاتھ اٹھانے والی حدیث) جہاں تک حضرت جابر کی ترمذی والی حدیث کا تعلق ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرا خیال نہیں ہے کہ یہ عمل یعنی بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کا عمل یہود کے علاوہ کوئی اور کرتا ہو، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا، کیا ہم اس کو کرتے تھے یا نہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاتھ اٹھانے کو ثابت کرنے والوں کا قول اولیٰ ہے، کیونکہ ان کے پاس زیادتِ علم ہے، اسی وجہ سے بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت جابر کی حدیث کے علاوہ ہاتھ اٹھانے کو ثابت کرنے والی روایت اہلِ علم کے نزدیک زیادہ مشہور ہے، اور اس جیسے مسئلہ میں ثابت کرنے والے کا قول اولیٰ ہوتا ہے۔

(اس کے بعد ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ بہتر یہ ہے کہ دونوں قسم کی روایات میں اس طرح جمع کیا جائے کہ ہاتھ اٹھانے کے ثبوت کو پہلی مرتبہ دیکھنے پر اور ہاتھ اٹھانے کی نفی کو ہر مرتبہ دیکھنے پر محمول کیا جائے''۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۵، ص ۱۷۸۸، کتاب المناسک، باب دخول مکۃ والطواف)

فائدہ: جس طرح علامہ طیبی سے امام شافعی کی طرف رؤیتِ بیتُ اللہ کے وقت رفع یدین کرنے کی نفی کی نسبت کرنے میں تسامح ہوا، جس کو ملا علی قاری نے غیر صحیح قرار دیا۔

اسی طرح یہاں پر ملا علی قاری سے بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعاء کے مسنون قرار دینے اور اس وقت دعا کے لیے ٹھہرنے کا حکم لگانے میں تسامح ہوا، کیونکہ مسجدِ حرام میں داخل ہو کر دعا کے لیے ٹھہرنے کی تو کسی نے بھی تصریح نہیں کی، نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ملتا، جیسا کہ امام طحاوی اور علامہ عینی رحمہما اللہ کے حوالہ سے گزرا۔

پھر اس موقع پر دعا کے وقت امام شافعی نے تو ہاتھ اٹھانے کے مستحسن ہونے کی تصریح کی ہے، لیکن مسنون بلکہ مستحب ہونے کی انہوں نے بھی نفی کی، مگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے بیتُ اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کے نہ تو مسنون ہونے کی تصریح ملتی، اور نہ ہی مستحب ہونے کی تصریح ملتی ''ومن ادعیٰ فعلیه البیان''

اور اس کے مقابلہ میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین سے سات مواقع پر ہاتھ اٹھانے کے سلسلہ میں استلام یعنی طواف کی ابتداء کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تصریح ملتی ہے، جس سے نماز شروع کرنے کے وقت کی طرح ہاتھ اٹھانا مراد ہے، جیسا کہ گزرا۔

امام طحاوی اور ان کے بعد علامہ عینی نے امام ابوحنیفہ اور صاحبین سے رؤیتِ بیتُ اللہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کے مکروہ ہونے کو نقل کیا ہے، جس سے حنفیہ کے اصل مذہب کا امام مالک کے مطابق ہونا معلوم ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے مسلک کو بیان کرنے کے موقع پر، خود ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''شرح اللباب'' میں حنفیہ کا اصل مذہب یہی بیان کیا ہے، اور حنفیہ کی مشہور کتب سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

لہٰذا حنفیہ کے اصل مذہب کے سلسلہ میں ''شرح اللباب ''میں مذکور موقف کو ترجیح حاصل ہوگی، جس میں ملاعلی قاری نے باحوالہ اس کا ذکر کیا ہے، جبکہ یہاں ''مرقاۃ''میں انہوں نے کوئی حوالہ ذکر نہیں کیا، اوران سے اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہ کے قول کی ترجمانی میں تسامح ہوا، جس کا سلسلہ پھر متعدد تفریعات تک متجاوز ہوا۔

پھر اس کے بعد ملاعلی قاری نے جو علامہ ابنِ ہمام کے حوالہ سے ابنِ جریج کی ''مرسل'' حدیث کو نقل کیا ہے، اس حدیث کو جس طرح ملاعلی قاری نے اپنے زعم کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل سمجھ لیا، اسی طرح انہوں نے علامہ ابنِ ہمام کے اس حدیث کے نقل کرنے کو علامہ ابنِ ہمام کا موقف سمجھ لیا، حالانکہ نہ تو یہ حدیث امام ابوحنیفہ کی دلیل ہے، کیونکہ ان کا قول اس کے مطابق نہیں، اور امام طحاوی نے اس کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک منسوخ ہونا بیان کیا ہے، اور نہ ہی علامہ ابنِ ہمام کا اپنا موقف یہ ہے، بلکہ انہوں نے اپنی حسبِ عادت اس حدیث کو صرف اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، جو کہ امام شافعی کے قول کی دلیل ہے، جس کی تفصیل آگے علامہ ابنِ ہمام کی فتح القدیر کی عبارت کے ضمن میں آتی ہے۔

پھر ملاعلی قاری نے اپنے مذکورہ زعم کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت جابر کی حدیث کو جس طرح شافعیہ کے خلاف سمجھا، اسی طرح حنفیہ کے موقف کے خلاف سمجھتے ہوئے امام بیہقی کا جواب نقل کردیا، حالانکہ امام بیہقی کا یہ جواب حنفیہ کے حق میں ہونے کے بجائے حنفیہ کے خلاف ہے، جس کا امام طحاوی نے جواب دیا ہے، اور علامہ عینی نے اس کی توضیح کی ہے۔

پھر اس کے بعد اپنے مذکورہ زعم کو آگے ترقی دیتے ہوئے ملاعلی قاری نے دونوں قسم کی روایات میں ''اول رؤیۃ'' اور ''کل مرۃ '' کے مابین ''جمع وتطبیق'' کا جو موقف اختیار کیا ہے، وہ ان کا اپنا موقف ہے، نہ تو یہ شافعیہ وحنابلہ کا موقف ہے، نہ ہی مالکیہ کا موقف ہے، اور نہ ہی حنفیہ کا اصل موقف ہے، کیونکہ اس مسئلہ کو بیان کرتے وقت ان تمام فقہائے کرام میں سے کسی سے یہ تفصیل منقول نہیں۔

پھر ملاعلی قاری نے ''اول رؤیۃ'' اور ''کل مرۃ '' کی تفصیل وتوضیح بھی بیان نہیں کی کہ ''اول

رؤیۃ'' سے کون سی''اول رؤیۃ'' مراد ہے، آیا زندگی بھر کی''اول رؤیۃ'' یا سفر کر کے حرم میں آنے والے کی''اول رؤیۃ'' یا پھر جب بھی کوئی مسجدِ حرام میں داخل ہو، اس وقت کی'' اول رؤیۃ'' کیونکہ ان سب پر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق''اول رؤیۃ'' کا اطلاق ہوسکتا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امرِ اضافی ہے۔

پھر بعد کے حضرات کا''اول رؤیۃ'' سے خاص ایک قسم کی''اول رؤیۃ'' یعنی حج یا عمرہ کی غرض سے جانے والے کی پہلی مرتبہ بیت اللہ پر نظر پڑنے کو مراد لینا، یہ ان بعد کے حضرات کا اپنا موقف ہے، جس کی تصریح نہ ملا علی قاری سے ملتی، اور نہ ہی علامہ ابنِ ہمام وغیرہ سے۔

خلاصہ یہ کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے''مرقاۃ'' کی مذکورہ عبارت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا جو مذہب بیان کیا ہے، اس میں ان سے تسامح ہوا، جس پر مرتب شدہ تمام تفریعات''بناء الفاسد علی الفاسد'' کے قبیل سے معلوم ہوتی ہیں، اور اس کے بعد جن مشائخ واکابر نے اس موقف کو اختیار کیا ہے، ان کے موقف کی بنیاد چونکہ ملا علی قاری ہیں، لہٰذا جو بحث ملا علی قاری کے مذکورہ کلام میں جاری ہوئی، وہی ان کے کلام میں بھی جاری ہوگی۔

جہاں تک بعض حنفیہ مثلاً کرمانی اور بصروی کے قول کا تعلق ہے، تو اولاً تو اس قول کو حنفیہ کے راجح مذہب کے مقابلہ میں لفظ''قیل'' کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس سے اس کا ضعیف قول ہونا معلوم ہوتا ہے، دوسرے اس قول میں''اول مرۃ'' وغیرہ کی کوئی قید نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

پھر اگر ملا علی قاری کی''اول رؤیۃ'' کی قید کو معتبر مانا جائے، تو ہمارے نزدیک بظاہر اس سے وہ اولِ رؤیت مراد ہونا راجح ہے، جو مسجدِ حرام کے باہر سے آنے والے کی اولِ رؤیت ہو، جس کی دلیل ہم نے دوسرے مقامات پر ذکر کر دی ہے۔

حج یا عمرہ کی غرض سے سفر کر کے مسجدِ حرام میں پہلی مرتبہ داخل ہو کر پہلی مرتبہ بیت اللہ پر نظر پڑنے کا ثبوت اس سے ہرگز نہیں ہوتا، جیسا کہ عوام سمجھتے ہیں، اور موجودہ دور کے بعض علماء نے سمجھا۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی ’’**اللّٰھم زد ھٰذا البیت تشریفاً، الخ**‘‘ والی روایت ذکر کر کے فرمایا کہ:

جو شخص مسجد میں داخل ہونے سے پہلے بیت اللہ کو دیکھے، تو وہ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرے، البتہ اس دعا کو مستحب قرار دینے والوں نے بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت ہی اس دعا کو مستحب قرار دیا ہے، اگرچہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد کیوں نہ ہو، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں داخل ہونے کے بعد (ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرنے کے بجائے) سب سے پہلے طواف کیا تھا (لہٰذا ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرنا مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی، اس صورت میں مستحب ہونا چاہیے، جب بیت اللہ پر نظر پڑے، مسجدِ حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت مستحب نہ ہونا چاہیے)

(ملاحظہ ہو: مجموع الفتاوی، لابن تیمیة، ج۲۶، ص۱۲۰، فصل: إذا أتی مکة)

علامہ ابنِ تیمیہ کی یہ بات اس وقت تو موثر ہو سکتی ہے، جب طواف کے لیے آنے والا شخص مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے بعد دعا کے لیے ٹھہرے، کیونکہ مسجدِ حرام کا اصل تحیہ، دوسری مساجد کے مقابلہ میں طواف ہے، جس طرح دوسری مساجد میں داخل ہونے کے بعد ٹھہرے بغیر تحیۃ المسجد کے طور پر دو رکعات پڑھنا افضل ہے، اسی طرح یہاں پر طواف افضل ہے، لیکن اگر کوئی اس وقت طواف نہ کرنا چاہے، یا دعا کے لیے ٹھہرے نہیں، بلکہ چلتے چلتے ہاتھ اٹھا کر یا ہاتھ اٹھائے بغیر یہ دعا کرے، تو پھر وہ مفسدہ لازم نہیں آتا، جس کا علامہ ابنِ تیمیہ نے ذکر فرمایا ہے۔ **واللہ اعلم۔**

ابوالحسن مبارک پوری کا حوالہ

ابوالحسن عبیداللہ بن محمد مبارک پوری صاحب ’’مشکاۃ‘‘ کی شرح ’’مرعاۃ المفاتیح‘‘ میں فقہائے کرام کے اقوال کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

مہاجر مکی کو ابنِ حبان نے ثقہ قرار دیا ہے، اور حافظ ابنِ حجر نے ان کو مقبول قرار دیا ہے، اس لیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کم از کم حسن درجہ میں داخل ہے، اور ابنِ عباس کی سات مواقع پر ہاتھ اٹھانے والی حدیث میں، محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ

ہیں، جوکہ ''سیء الحفظ '' ہیں۔امام شوکانی نے فرمایا کہ اس باب میں ایسی کوئی مستند دلیل نہیں ہے، جو بیت اللہ کے دیکھنے کے وقت ہاتھ اٹھانے کے مشروع ہونے پر دلالت کرے،اور یہ شرعی حکم ہے، جو دلیل سے ہی ثابت ہوسکتا ہے۔

جہاں تک بیت اللہ کو دیکھنے کے وقت (ہاتھ اٹھائے بغیر) دعا کا تعلق ہے،تو اس سلسلہ میں مختلف روایات مروی ہیں۔

(ملاحظہ ہو:مرعاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح،ج۹،ص۱۰۵،کتاب المناسک،باب دخول مکة والطواف،الفصل الثانی)

مذکورہ عبارت سے ابوالحسن مبارک پوری صاحب کا رجحان ''عدم رفعِ یدین عند رؤیت البیت'' کی طرف ظاہر ہوتا ہے۔واللہ اعلم۔

مسجدِ حرام میں داخل ہوکر نبی صلی اللہ علیہ کا توقف نہ کرنا ثابت ہے،فقہائے کرام نے بھی مسجدِ حرام میں داخل ہونے کے بعد ابتدائی عمل طواف کو قرار دیا۔

جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دخول کے وقت دعا کا تعلق ہے،تو بعض حضرات نے ضعیف السند ہونے کی وجہ سے اس کو تسلیم نہیں کیا،اور جنھوں نے تسلیم کیا،انہوں نے مسجدِ حرام میں داخل ہونے سے پہلے اس دعا کے پڑھنے کو ثابت مانا (کیونکہ پہلے زمانہ میں مسجدِ حرام سے باہر سے ہی بیت اللہ نظر آجایا کرتا تھا)

اور جن حضرات نے مسجدِ حرام میں دخول کے بعد رؤیتِ بیت اللہ پر اس دعا کو مستحب قرار دیا،قطعِ نظر رفعِ یدین کے مستحب ہونے نہ ہونے کے، انہوں نے بھی اس دعا کے لیے وقفہ کرنے اور ٹھہرنے کی قید نہیں لگائی، لہٰذا آج کل جو مسجدِ حرام میں داخل ہوکر دعا برفع الیدین کے ساتھ غیر معمولی توقف کیا جاتا ہے،اور اس کو سنت یا مستحب بلکہ بہت اہم اور ضروری عمل سمجھا جاتا ہے، وہ ان تمام حضرات کی تصریحات اور احادیث وسنت کے خلاف ہوا، جس کی اصلاح ضروری ہے۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

(جاری ہے............)

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

”فیضُ الباری“ شرح بخاری کا مقام

حضراتِ علمائے دیوبند میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا علمی مقام بہت اعلیٰ اور بلند ہے، خاص طور پر علمِ حدیث میں ان کو آخری زمانہ کے محدثین میں امتیازی شان حاصل ہے، ان کے علمی مقام کا اندازہ ان کی بطورِ خاص صحیح بخاری کی شرح ”فیض الباری“ بغور ملاحظہ کرنے سے ہوتا ہے، اوران کی دوسری کتاب ”سنن الترمذی“ کی شرح ”العرف الشذی“ کو ملاحظہ کرنے سے ہوتا ہے۔

”فیض الباری“ میں علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم وفکار جس طرح جمع ہیں، ان کے متعلق دوسری کتابوں میں اس طرح جمع نہیں ملتے، اسی وجہ سے ”فیض الباری“ کو موجودہ دور کے اصحابِ علم اور خاص کر حنفیہ کو مطالعہ میں رکھنا چاہئے۔

لیکن افسوس کہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے علوم و افکار کو وہ اہمیت نہیں دی جاسکی، جس کی ضرورت تھی، بلکہ اس کے بجائے ان کی محققانہ آراء کو بہت سے حضرات نے تفرد وغیرہ کا عنوان دے کر نظر انداز کردیا، جبکہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے جو رائے اختیار کی، ساتھ ہی اس کے دلائل ونظائر اور اس سلسلہ میں محدثین وفقہائے کرام کے اقوال بھی پیش کیے ہیں، جس کی وجہ سے ان پر تفرد کا الزام عائد کرنا بظاہر درست معلوم نہیں ہوتا۔

مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ، علامہ کشمیری اور ان کی تصانیف کے تعارف کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:

”فیض الباری بشرح صحیح البخاری“

یہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے درسِ صحیح بخاری کی املائی شرح ہے، جس کو حضرت

مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدینہ رحمہ اللہ نے کئی سال کی محنت وعرق ریزی کے بعد فصیح وبلیغ عربی زبان میں مرتب کیا ہے۔ یہ حضرت امام العصر رحمہ اللہ کے علوم وکمالات کی سچی تصویر پیش کرتی ہے، جہاں حافظ شیخ الاسلام بدر الدین عینی اور قاضی القضاۃ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمہ اللہ، جیسے بلند پایہ محقق شارحین عاجز آ گئے ہیں، وہاں شیخ کے خصائص وکمالات جلوہ آراء نظر آئیں گے۔ زیادہ تر اعتناء انہی معارفِ حدیث کا کیا گیا، جہاں شارحین ساکت نظر آتے ہیں۔ حضرت شیخ کے آخری عمر کے مجرب علوم واذواق، خصوصی احساسات وعلمی خصوصیات، دقتِ نظر وتحقیقی معیار کے نمونے اہل علم ویارانِ نکتہ داں کے لیے صدائے عام دے رہے ہیں۔ یہ چار ضخیم جلد کا بحرِ بے کراں مصر میں آب وتاب سے شائع ہوا ہے۔ قرآن وحدیث، فلسفہ وکلام ومعانی وبلاغت وغیرہ کے نہایت بیش بہا ابحاث سے مالامال ہے۔ اس پر راقم الحروف اور حضرت جامع ومرتب کے قلم سے دو مبسوط مقدمے ہیں۔ ۸۰/ صفحات پر مشتمل ہیں، عام عبارت نہایت شگفتہ وسلیس ہے۔ بعض بعض مقامات میں خاصی ادبی لطافت ہے۔

"العرف الشذی بشرح جامع الترمذی"

یہ حضرت شاہ صاحب کی درسِ جامع ترمذی کی املائی شرح ہے، جس کو جناب مولانا محمد چراغ صاحبؒ ساکن ضلع گجرات نے بوقتِ درس قلم بند کیا ہے اور زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے اور اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا ہے۔ جامع ترمذی کے مشکلاتِ احادیثِ احکام پر محققانہ کلام، ہر موضوع پر عمدہ ترین کبارِ اُمت کے نقول اور حضرت کی خصوصی تحقیقات کا ذخیرہ ہے۔ طلبۂ حدیث اور اساتذۂ حدیث پر عموماً اور جامع ترمذی کے پڑھانے والوں پر خصوصاً اس کتاب کا بڑا احسان ہے (ماہنامہ بینات، صفحہ۲۲، ربیع الثانی، 1439ہجری، مضمون: ''حضرت امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور اُن کی تصانیف'')

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم ''فیض الباری'' کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''فیض الباری'' یہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی بخاری کی تقریر ہے، جو

ان کے شاگرد حضرت مولانا بدرِ عالم صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے قلم بند فرمائی، اور عربی زبان میں اس کو مرتب کیا، اور چار جلدوں میں شائع ہوئی، علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ نے اس کی اشاعت کا انتظام کیا، اور اس پر خواشی کا بھی انتظام فرمایا۔

علامہ بدرِ عالم صاحب رحمہ اللہ، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے، انہوں نے ان کی تقریر کو قلم بند کرنے کے ساتھ اس پر اپنی تعلیقات کا بھی اضافہ کیا، جس کا نام ''البدر الساری'' ہے۔

یہ سارا مجموعہ بھی بڑا قیمتی ہے، اس لیے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جلّ جلالہٗ نے جو تبحرِ علمی عطا فرمایا تھا، وہ ایک دریائے ناپید کنارہ تھا، جب بات شروع کرتے تو علوم کے دریا بہنا شروع ہو جاتے، اللہ جلّ جلالہٗ نے انہیں وسعتِ مطالعہ اور عمیق فہم دونوں سے نوازا تھا، اس کے نتیجہ میں حضرت شاہ صاحب کے اپنے علوم و معارف جو بہت ساری کتابوں کے چھاننے کے بعد خلاصہ اور عطر ہے وہ ''فیض الباری'' میں دستیاب ہوتا ہے، جو دنیا میں کہیں اور آپ کو نہیں ملے گا، اگرچہ وہ ایسی کتاب تو نہیں، جس میں ایک ایک لفظ کی شرح ہو، لیکن بہت سے ایسے مباحث جن میں لوگ سالہا سال سرگرداں رہے، حضرت شاہ صاحب کے ایک جملہ یا فقرہ سے اس کی گتھی سلجھ جاتی ہے، اس لحاظ سے یہ کتاب بڑی قابلِ قدر ہے (انعام الباری، ج۱ص۱۴۴و ۱۴۵، مکتبۃ الحراء، کراچی)

اس لیے علمائے کرام کو علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی فیض الباری کے مطالعہ کا بطور خاص اہتمام کرنا چاہیئے، جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ علم میں وسعت و گہرائی پیدا ہوگی، اور تفقہ کی نعمت بھی حاصل ہوگی۔

بندہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ''فیض الباری'' اور ''العرف الشذی'' کو وقتاً فوقتاً ملاحظہ کر کے بڑا فائدہ محسوس کرتا ہے، اور اپنی تحریرات میں ان کے حوالہ سے قیمتی آراء جمع کرتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عبرت کدہ　حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط 41　مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَعِبۡرَۃً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت موسیٰ کا جادوگروں سے مقابلہ

جب ملک کے نامور جادوگروں کی ایک بڑی تعداد فرعون کے پاس پہنچ گئی، تو انہوں نے فرعون کو اپنی حیثیت کا احساس دلانے اور موقع سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لیے فرعون سے پوچھا کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آ گئے، اور ان سے مقابلہ جیت گئے، تو کیا اس پر ہمیں اجر وانعام بھی ملے گا۔

فرعون نے جواب دیا کہ اجر وانعام بھی ملے گا، اور اس کے علاوہ تم سب کو دربار کے خاص لوگوں میں شامل کرنے کا اعزاز بھی ملے گا۔ [1]

چنانچہ قرآن مجید کی سورہ شعراء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ . قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (سورۃ الشعراء، رقم الآیات ۴۱، ۴۲)

یعنی ”پھر جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ یہ بات تو یقینی ہے نا کہ اگر ہم غالب آ گئے تو ہمیں کوئی انعام ملے گا؟ فرعون نے (جواب میں) کہا کہ ہاں! اور تمہیں اس صورت میں مقرب لوگوں میں بھی ضرور شامل کر لیا جائے گا“۔

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ .قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (سورہ اعراف، رقم الآیات ۱۱۳، ۱۱۴)

---

[1] یخبر تعالی عما تشارط علیه فرعون والسحرة الذین استدعاهم لمعارضة موسی علیه السلام إن غلبوا موسی لیثیبنهم ولیعطینهم عطاء جزیلا فوعدهم ومناهم أن یعطیهم ما أرادوا ویجعلهم من جلسائه والمقربین عنده فلما توثقوا من فرعون لعنه الله(تفسیر ابنِ کثیر، ج۳ص ۴۱۰، سورۃ الاعراف)

Idara Ghufran

یعنی'' اور جادوگر فرعون کے پاس آ گئے (اور) انہوں نے کہا کہ اگر ہم (موسیٰ پر) غالب آ گئے تو ہمیں کوئی انعام تو ضرور ملے گا۔ فرعون نے کہا کہ ہاں! اور تمہارا شمار یقیناً ہمارے مقرب لوگوں میں (بھی) ہوگا''۔

ساحروں کی طلب اور فرعون کی حوصلہ افزائی کرنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ جادوگروں اور حضرت موسیٰ کے درمیان اس مقابلے کو، فرعون اور اس کے وزیر مشیر حق و باطل کا معرکہ قرار دے چکے تھا، اور اسی حوالے سے ملک بھر میں جوش و جذبہ پیدا کر دیا گیا تھا اور وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ آج ہماری روایات اور فرعون کی عزت و حرمت جادوگروں کے ہاتھ میں ہے۔ آج اگر جادوگروں نے میدان مار لیا، تو مصر اور اہلِ مصر اور فرعون کی ربوبیت سر بلند ہو جائے گی۔

لیکن کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایسے نازک موقع پر وہ جادوگر جو فرعون اور مصر کی عزت و حرمت کے امین بن کر آئے ہیں، اور جو پورے ملک میں جادو کے فن کے امام ہیں، ان کی ذہنی سطح اور ان کی خودداری کا عالم یہ ہے کہ وہ عین معرکہ کے میدان میں فرعون سے اجر و انعام کا مطالبہ کر رہے ہیں، گویا کہ ان کے نزدیک زندگی کا اصل ہدف مال و دولت اور شہرت و ناموری ہے۔

چنانچہ فرعون بھی ان کی ذہنیت کے مطابق انھیں جواب دیتا ہے کہ ہاں، تمہیں صرف انعام ہی سے نوازا نہیں جائے گا بلکہ غالب آنے کی صورت میں تمہیں فرعون کے دربار میں عزت و افتخار عطا کیا جائے گا، اور تمہیں اس کے مقربین میں شامل کر لیا جائے گا۔

حضرت موسیٰ کو جادوگروں کا مقابلہ کی دعوت دینا

جب مقابلے کا وقت آیا، اور لوگ میدان میں جمع ہو گئے، اور جادوگر اور موسیٰ علیہ السلام آمنے سامنے ہو گئے، تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ پہلے جادو کا مظاہرہ کریں گے، یا ہم کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام، چونکہ اللہ کے رسول تھے اور ان کو اللہ کی تائید حاصل تھی، لہٰذا موسیٰ علیہ السلام نے بغیر کسی خوف کے کہا کہ پہلے تم جو دکھانا چاہتے ہو دکھاؤ، تاکہ لوگ تمہارا کمالِ فن دیکھ لیں اور پھر اللہ کی قدرت کو بھی دیکھ لیں، پہلے باطل اپنا پورا زور دکھا لے، پھر اس کے بعد

اگر حق غالب آئے تو سب لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، جس سے حضرت موسیٰ کی صداقت واضح ہوجائے گی، اور لوگوں کے لیے ایمان لانا آسان ہوگا۔ [1]

چنانچہ جادوگروں نے جب اپنے جادو کا مظاہرہ کیا، اور اپنی لاٹھیاں اور رسیاں وغیرہ ڈالیں، اور جادوں کے ذریعے لوگوں کی نظر بندی کردی، تو سارا میدان سانپوں سے بھرا ہوا نظر آنے لگا، اور لوگ خوف زدہ اور دہشت زدہ ہوگئے کہ ان جادوگروں نے بہت بڑا جادو پیش کیا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالُوْا يَامُوْسٰى إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا أَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ .قَالَ أَلْقُوْا فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوْا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَاءُوْا بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (سورة الاعراف، رقم الآيات ١١٥، ١١٦)

یعنی ”پھر انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ تم ڈالتے ہو یا ہم ڈالیں؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ تم ہی پہلے ڈالو، پھر جب ان جادوگروں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کردیا اور ان کو خوف زدہ کردیا اور وہ بڑا بھاری جادو بنا کر لائے“۔

مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی خیالی قوت کے ذریعے لوگوں کے دماغوں پر اثر ڈالا، اور لوگوں کی آنکھوں پر سحر کیا، جس سے لوگوں کو وہ لاٹھیاں اور سانپ دوڑتے ہوئے معلوم ہونے لگے۔

اس سے جادو کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جادو میں یہ طاقت نہیں ہوتی کہ وہ کسی چیز کی ماہیت کو بدل دے، مثلاً رسیوں کو حقیقتاً سانپ بنا دینا ان جادوگروں کے بس سے باہر ہے۔ اس کا اثر نظر بندی تک محدود ہوتا ہے، یعنی ایک چیز ہوتی کچھ ہے، لیکن جادو کے اثر سے دیکھنے والے اسے کوئی

---

[1] هذه مبارزة من السحرة لموسى عليه السلام فى قولهم إما أن تلقى وإما أن نكون نحن الملقين أى قبلك كما قال فى الآية الأخرى وإما أن نكون أول من ألقى .فقال لهم موسى عليه السلام ألقوا أى أنتم أولا، قيل الحكمة فى هذا والله أعلم ليرى الناس صنيعهم ويتأملوا فإذا فرغوا من بهرجهم ومحالهم جائهم الحق الواضح الجلى بعد التطلب له والانتظار منهم لمجيئه فيكون أوقع فى النفوس وكذا كان ولهذا قال تعالى: فلما ألقوا سحروا أعين الناس واسترهبوهم أى خيلوا إلى الأبصار أن ما فعلوا له حقيقة فى الخارج ولم يكن إلا مجرد صنعة وخيال كما قال تعالى: فإذا حبالهم وعصيهم يخيل إليه من سحرهم أنها تسعى فأوجس فى نفسه خيفة موسى قلنا لا تخف إنك أنت الأعلى وألق ما فى يمينك تلقف ما صنعوا إنما صنعوا كيد ساحر ولا يفلح الساحر حيث أتى(تفسير ابنِ كثير، ج٣ص٤١٠، سورة الاعراف)

اور چیز سمجھنے لگتے ہیں۔ [1]

قرآن مجید میں دوسری جگہ سورہ طٰہٰ میں بھی اس کا ذکر ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِمَّاۤ اَنۡ تُلۡقِیَ وَاِمَّاۤ اَنۡ نَّکُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَلۡقٰی ۔قَالَ بَلۡ اَلۡقُوۡا فَاِذَا حِبَالُہُمۡ وَعِصِیُّہُمۡ یُخَیَّلُ اِلَیۡہِ مِنۡ سِحۡرِہِمۡ اَنَّہَا تَسۡعٰی (سورة طٰہٰ، رقم الآيات ٦٥، ٦٦)

یعنی ”جادوگر بولے کہ اے موسیٰ! یا تو تم (اپنی لاٹھی پہلے) ڈال دو، یا پھر ہم ڈالنے میں پہل کریں؟ موسیٰ نے کہا کہ نہیں! تم ہی ڈالو، بس پھر اچانک ان کی (ڈالی ہوئی) رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے نتیجے میں موسیٰ کو ایسی محسوس ہونے لگیں جیسے دوڑ رہی ہیں۔

اس سے حضرت موسیٰ کی قوتِ ایمان ویقین، عزم واستقامت اور اطمینانِ قلب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، جادوگروں کی اتنی بڑی فوج کو حضرت موسیٰ پورے اطمینان سے جواب دیتے ہیں اور ان کے چیلنج کے مقابلے میں نہایت سکون ووقار اور پورے اطمینان سے کہتے ہیں کہ تم ہی ڈال دو، جو کچھ کہ تم کو ڈالنا ہے اور تم اپنے ارمان نکال لو۔

بعض مفسرین کے نزدیک جادوگروں نے اپنے اس سوال میں چونکہ حضرت موسیٰ کے حسنِ ادب کو ملحوظ رکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو پہلے دعوت دی، اس لیے اسی ادب کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان لانے کی توفیق دی۔

---

[1] وفی قوله سحروا أعين الناس دلالة على أن السحر لا يقلب عينا وإنما هو من باب التخيل واسترهبوهم أى أرهبوهم واستفعل هنا بمعنى أفعل كأبل واستبل والرهبة الخوف والفزع (تفسير البحر المحيط، ج٥ ص ١٣٦، سورة الاعراف)

وقوله تعالى: سحروا أعين الناس نص فى أن لهم فعلا ما زائدا على ما يحدثونه من التزيق والآثار فى العصا وسائر الأجسام التى يصرفون فيها صناعتهم واسترهبوهم بمعنى أرهبوهم أى فزعوهم فكأن فعلهم اقتضى واستدعى الرهبة من الناس، ووصف الله سحرهم بالعظم، ومعنى ذلک من كثرته، وروى أنهم جلبوا ثلاثمائة وستين بعيرا موقرة بالحبال والعصى فلما ألقوها تحركت وملأت الوادى يركب بعضها بعضا، فاستهول الناس ذلک واسترهبوهم، قال الزجاج: قيل إنهم جعلوا فيها الزئبق فكانت لا تستقر (المحرر الوجيز لابنِ عطية، ج٢ ص ٤٣٨، ٤٣٩، سورة الاعراف)

قرآن مجید کی دوسری سورتوں میں بھی اس کا ذکر ہے۔

چنانچہ سورہ یونس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسٰى أَلْقُوْا مَا أَنْتُمْ مُلْقُوْنَ (سورة يونس، رقم الآية ۸۰)

یعنی ”پھر جب وہ جادوگر آ گئے تو موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کہا جو کچھ تمہیں ڈالنا ہے وہ ڈالو“۔

اور سورہ شعراء میں ارشاد ہے کہ:

قَالَ لَهُمْ مُوسٰى أَلْقُوْا مَا أَنْتُمْ مُلْقُوْنَ .فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُوْنَ (سورة الشعراء، رقم الآيات ۴۳، ۴۴)

یعنی ان جادوگروں سے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا تمہیں جو کچھ ڈالنا ہے، وہ ڈالو۔ تو ڈال دیں انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں اور کہنے لگے کہ فرعون کی عزت کی قسم! بے شک ہم ہی غالب آئیں گے“۔

جادوگروں نے فرعون کی تعظیم کے لیے اس کی عزت کی قسم کھائی کہ ہم ضرور ہی جیتیں گے، اس سے جادوگروں کا مقصد فرعون کو خوش اور موسیٰ علیہ السلام کو مرعوب کرنا تھا۔

جاہلیت میں لوگ اس قسم کی قسمیں کھایا کرتے تھے، اسلام میں اس سے منع کر دیا گیا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ حَالِفًا، فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ أَوْ لِيَصْمُتْ (بخاري، رقم الحديث ۲۶۷۹، كتاب الشهادات، باب كيف يستحلف)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قسم اٹھائے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ کی قسم اٹھائے، یا خاموش رہے (بخاری)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَلَا مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ إِلَّا

بِاللّٰهِ، فَكَانَتْ قُرَيْشٌ تَحْلِفُ بِآبَائِهَا، فَقَالَ: لَا تَحْلِفُوْا بِآبَائِكُمْ(بخاری،رقم الحدیث ۳۸۳۶، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاهلیة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ! جو شخص قسم اٹھائے تو وہ اللہ کی قسم اٹھائے، اہلِ قریش اپنے آباء واجداد (یعنی باپ دادا) کی قسم اٹھاتے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے آباء واجداد (یعنی باپ دادا) کی قسم مت اٹھاؤ (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ اوّلاً تو بلاضرورت قسم نہ اُٹھائی جائے، اور اگر قسم اُٹھانے کی ضرورت ہو، تو اللہ کی ذات یا اس کی صفات کی قسم اُٹھائی جائے؛ کسی مخلوق کی قسم نہ اُٹھائی جائے، کیونکہ جس چیز کی قسم اُٹھائی جائے، اس سے اُس چیز کی مخصوص تعظیم کا اظہار ہوتا ہے، اور حقیقی تعظیم رب تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، لہٰذا اس مخصوص تعظیم میں کسی دوسرے کو حصہ دار نہیں بنانا چاہئے، خواہ وہ دوسری چیز کعبہ ہو، یا نبی ہو، یا فرشتہ ہو، یا باپ ہو، یا بیٹا ہو، یا کوئی اور چیز۔

پروپرائیٹر: محمد اخلاق عباسی محمد نذران عباسی

نیو

عباسی چکن شاپ

ہمارے ہاں شیور و دیسی مرغی، صاف گوشت اور پوٹہ کلیجی

ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے۔

نیز شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے لئے ہماری خدمات حاصل کریں۔

دوکان نمبر H-919، حق نواز روڈ، گلاس فیکٹری چوک، راولپنڈی

موبائل: 0301-5642315---0300-5171243

طب وصحت ''کَمْأَۃُ'' کا پانی آنکھ کے لیے شفاء ہے(قسط4) حکیم مفتی محمد ناصر

''کَمْأَۃُ'' اوراس کے پانی سے متعلق اطباء ومحدثین کی آراء

صحیح احادیث میں ''کَمْأَۃُ'' کے پانی کو آنکھ کی شفاء قرار دیا گیا ہے، محدثین اور اہلِ علم حضرات نے ''کَمْأَۃُ'' کی اس فضیلت وافادیت کی بنیاد پر اس کے خواص پر بحث کی ہے، اور اطباء نے بھی ''کَمْأَۃُ'' کے فوائد پر روشنی ڈالی ہے۔

چنانچہ مسلم اطباء میں محمد بن زکریا رازی (ولادت 251ھ، وفات 313ھ) نے اپنی کتاب الحاوی فی الطب میں، اور شیخ الرئیس حسین بن عبداللہ (المعروف ابنِ سینا، ولادت 370ھ، وفات 428ھ) نے اپنی کتاب القانون فی الطب میں ''کَمْأَۃُ'' پر تفصیلا بحث کی ہے۔ [1]

جبکہ محدثین میں خاص طور پر امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی شرح ''النووی'' میں اور علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ نے زادُ المعاد میں ''کَمْأَۃُ'' کی افادیت پر کلام کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابنِ قیم رحمہ اللہ (ولادت 691ھ، وفات 751ھ) احادیث میں مذکور ''کَمْأَۃُ'' کے فوائد اور خواص بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''کَمْأَۃُ'' بغیر کھیتی کیے زمین میں ہوتی ہے، اور اسے ''کَمْأَۃُ'' اس کے چھپے ہوئے ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے، اور اسی (لفظ) سے جب کوئی گواہی چھپالے تو (عربی کے محاورہ میں) ''کمأ الشھادۃ'' (یعنی اس نے گواہی چھپالی) بولا جاتا ہے۔
>
> اور ''کَمْأَۃُ'' زمین کے نیچے چھپی ہوئی ہوتی ہے، اس کے نہ پتے ہوتے ہیں، اور نہ تنا ہوتا ہے، اور اس کی پیدائش زمین کے جوہروں کے اُس کے اوپر کی طرف ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہوتی ہے، اور زمین کے یہ جوہر سردیوں کے موسم میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ [2]

---

[1] (ملاحظہ ہو: القانون فی الطب، ج ۱، ص ۵۲۶، و ۵۲۷، الکتاب الثانی فی الادویۃ المفردۃ، القسم الثانی فی بیان الادویۃ المفردۃ علی ترتیب جیّد، الفصل الحادی عشر، کلام فی حرف الکاف، مطبوعۃ: دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان)

[2] سردی کیونکہ چیزوں میں سکیڑ پیدا کرتی ہے، جس سے زمین کے جوہر ایک جگہ اکٹھے ہوکر ''کَمْأَۃُ'' کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

اور (زمین کے یہی جوہر) بہار کے موسم کی بارشوں سے پروان چڑھتے (اور پھلتے پھولتے) ہیں، اور پیدائش کے لئے زمین کے اوپر کی سطح کی طرف مختلف شکلیں اختیار کرکے اُٹھتے ہیں، اسی وجہ سے ''کَمْأَۃٌ'' کو (جسم میں نکلنے والے) چیچک کے دانوں کے ساتھ صورتاً اور مادتاً مشابہت کی وجہ سے (عربی زبان میں) ''جدری الارض'' (یعنی زمین کی چیچک) کہا جاتا ہے، کیونکہ ان (جسم میں نکلنے والے چیچک کے دانوں) کی وجہ (جوانی کی آمد کی طرف) خونی (یا عضلاتی تحریک سے پیدا ہونے والی) رطوبت ہے، اور یہ (چیچک کے دانے) اکثر و بیشتر (بچہ کی) عمر کے بلوغت کی طرف بڑھنے اور (جسم میں) حرارت کی ابتداء ہونے اور (جسم میں) قوت کے بڑھنے کے وقت (یعنی جوانی کی ابتدائی علامات کے طور پر جسم پر) نکلتے ہیں۔

اور ''کَمْأَۃٌ'' بہار (کے موسم) میں پائی جاتی ہے، اور اس کو بغیر پکائے اور پکا کر (دونوں طرح) کھایا جاتا ہے، اور عرب لوگ ''کَمْأَۃٌ'' کو ''نباتُ الرعد'' کا بھی نام دیتے ہیں، اس لئے کہ بادلوں کی گرج کے وقت ''کَمْأَۃٌ'' کثرت سے ہوتے ہیں، اور زمین کی پھٹن سے ''کَمْأَۃٌ'' نکلتے ہیں، اور یہ دیہاتی لوگوں کے کھانوں میں سے ہے، اور عرب کی زمین میں یہ زیادہ ہوتے ہیں، اور ''کَمْأَۃٌ'' میں سے بہترین وہ ہیں، جو کم پانی والی ریتلی زمین کے ہوں۔

اور ''کَمْأَۃٌ'' بہت سی قسموں کی ہے، ایک قسم (زہریلی ہونے کی وجہ سے) ہلاک کرنے والی ہے، جس کی رنگت سُرخی مائل ہوتی ہے، اس سے دَم گھٹنا (یا سانس بند ہونا مثلاً دمہ وغیرہ کا مرض) شروع ہوجاتا ہے۔

اور ''کَمْأَۃٌ'' (مزاج کے اعتبار سے) تیسرے درجے میں سرد تر ہے۔ [1]

---

[1] اطباء نے ادویات کی کیفیتِ عنصری کا درجہ معلوم کرنے کے لئے قواعد بھی مقرر کئے ہیں، مثلاً اگر کسی دوا نے کسی بدن میں داخل ہونے کے بعد اس میں کوئی تغیر پیدا کیا، لیکن وہ کیفیتِ تغیُّر محسوس نہیں ہوتی، تو وہ اس دوا کا درجہ اول شمار ہوگا، جس میں کہ وہ اعتدال سے زائد ہے، مثلاً گرم پہلے درجے میں۔ اگر اس کی کیفیت محسوس ہوتی ہے، لیکن وہ محسوس ہونے والی کیفیت کوئی نقصان نہیں پہنچاتی، تو وہ دوا دوسرے درجے میں ہوگی، اگر اس دوا نے نقصان پہنچایا، لیکن وہ نقصان شدید نہیں، یعنی ہلاکت تک نوبت نہیں پہنچتی، تو وہ تیسرے

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

’’کَمْأَۃٌ‘‘ معدہ کے لئے نقصان دہ ہے، دیر ہضم ہے، اگر اس کا سالن بنایا جائے، تو اس سے قولنج کا درد (جو پسلی کے نیچے معدہ، اور آنتوں کے قریب ہوتا ہے) سکتہ اور فالج پیدا ہوتا ہے، معدہ میں درد اور پیشاب میں تکلیف پیدا کرتی ہے، تازہ ’’کَمْأَۃٌ‘‘ خشک ’’کَمْـأَۃٌ‘‘ کے مقابلہ میں کم نقصان دہ ہے، جو اس کو کھانا چاہے، اسے چاہئے کہ پہلے اسے تر مٹی میں دفن کردے، اور اس کو پانی، نمک اور پہاڑی پودینہ کے ساتھ جوش دے (اور اُبالے) [1]

اور اسے زیتون اور گرم مصالحوں کے ساتھ کھائے (کیونکہ ’’کَمْـأَۃٌ‘‘ کا مزاج سرد تر ہے، اس لئے گرم مصالحوں یعنی گرم خشک مزاج کے حامل مصالحوں کے ساتھ اس کو پکانا فائدہ مند ہوتا ہے) اس لئے کہ اس کا جوہر زمین کے گاڑھے مادے ہیں (اور زمین کا مزاج وحقیقت سرد تر ہے، اور سرد تر اشیاء کو معتدل کرنے کے لئے گرم خشک اشیاء کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے) اس وجہ سے (خالص) ’’کَمْـأَۃٌ‘‘ کو (بغیر گرم خشک اشیاء کو شامل کیے) غذا بنانا اچھا نہیں، البتہ ’’کَمْـــأَۃٌ‘‘ میں پانی کا ایک لطیف جوہر بھی پایا جاتا ہے، جو اس کی لطافت پر دلالت کرتا ہے، اور ’’کَمْأَۃٌ‘‘ کا پانی ملا ہوا سرمہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

درجے میں شمار ہوگی، اور اگر اس دواء کی کیفیتِ محسوسہ نے نقصان ہلاکت تک پہنچایا، تو وہ چوتھے درجے میں شمار کی جائے گی (کتاب المفردات، از حکیم مظفر حسین اعوان صاحب، صفحہ 12، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز)

’’کَمْأَۃٌ‘‘ کے تیسرے درجے میں سرد تر ہونے سے معلوم ہوا کہ معتدل مزاج کے انسان کا ’’کَمْـأَۃٌ‘‘ کو اس کی خالص حالت میں استعمال کرنا نقصان دہ ہوسکتا ہے، اسی وجہ سے اطباء نے ’’کَمْأَۃٌ‘‘ کو اپنے مصلح مثلاً نمک، زیتون، پودینہ اور گرم مصالحہ جات کے ساتھ استعمال کرنے کی تاکید کی ہے۔

[1] پودینہ کو عربی میں ’’نَعْنَاعٌ‘‘ یا ’’نَعْنَعٌ‘‘ کہتے ہیں، جنگلوں اور پہاڑوں پر پیدا ہونے والا پہاڑی یا جنگلی پودینہ کہلاتا ہے، اور باغ یا گملوں میں پیدا ہونے والا باغ کا پودینہ کہلاتا ہے، اور دریاؤں یا نہروں پر ملنے والا پودینہ نہری پودینہ کہلاتا ہے۔

اطباء نے پہاڑی پودینہ کا مزاج درجہ سوم میں گرم جبکہ باغی پودینہ کا مزاج درجہ دوم میں گرم خشک قرار دیا ہے، گویا پہاڑی پودینہ کی تاثیر ومزاج باغی پودینہ سے ایک درجہ زیادہ وتیز ہے، اور اُصولی اعتبار سے نہری پودینہ کا مزاج باغی پودینہ کے مقابلہ میں مزید ہلکا یعنی درجہ اول میں گرم خشک ہے (ملاحظہ ہو: المفردات الاسلامی، صفحہ 120، مصنفہ: حکیم فیض محمد فیض، وخواص المفردات، حصہ دوم، صفحہ 53، مصنفہ: حکیم محمد یٰسین دنیاپوری، وکتاب المفردات، صفحہ 160، مصنفہ: حکیم مظفر حسین اعوان)

لہٰذا طبی قانون واُصول کی رو سے سرد تر مزاج کے حامل ’’کَمْأَۃٌ‘‘ کو معتدل کرنے میں پودینہ خاص اثر رکھتا ہے، کیونکہ علاج بالضد کے قاعدہ کے مطابق سرد تر کا مصلح گرم خشک ہی ہے۔

Idara Ghufran

آنکھوں کی تاریکی (وُھندلاپَن یا نظر کی کمزوری) اور گرمی کی وجہ سے ہونے والے آشوبِ چشم (یعنی آنکھوں کا سُرخ ہونا یا سوجنا وغیرہ) کے لئے فائدہ مند ہے۔

اور مختلف قابل اطباء نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ ''کَمْأَةُ'' کا پانی آنکھوں (اور نظر) کو روشن (وتیز) کرتا ہے، اور اس کا ذکر مسیحی اور القانون کے مصنف اور ان دونوں کے علاوہ دوسرے اطباء نے بھی کیا ہے۔

اور (نبی) صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کہ ''کَمْأَةُ، مَنّ (کی قسم میں) سے ہے'' اس کی تفسیر میں دو طرح کی آراء ہیں:

پہلی یہ ہے کہ وہ مَنّ جو بنی اسرائیل پر نازل کیا گیا تھا، وہ صرف یہی ایک میٹھی چیز نہ تھی، بلکہ نباتات میں سے ہر وہ چیز تھی، جو خود بخود بغیر کسی کوشش، تدبیر اور کھیتی کے حاصل ہو، اس لئے کہ ''مَنّ'' دراصل مفعول کے معنیٰ میں مصدر ہے، یعنی جن چیزوں کے ذریعہ احسان کیا گیا ہو (وہ سب ''مَنّ'' میں سے ہیں، کیونکہ عربی میں ''مَنّ'' کے معنیٰ احسان کے ہیں) لٰہذا ہر وہ چیز جو اللہ، بندہ کو بغیر اس کی کوشش اور تدبیر کے عطا فرماتا ہے، تو وہ خالص احسان ہی ہے، اور اگرچہ اللہ کی ساری نعمتیں ہی اُس کی طرف سے بندہ پر نعمت ہیں، تو پھر اُن تمام نعمتوں میں سے صرف اسی نعمت کو مخصوص کرنا اس اعتبار سے ہے کہ ''مَنّ'' کے حصول میں بندہ کی محنت اور کوشش کا کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ یہ ایسا احسان ہے، جس میں بندہ کا واسطہ شامل نہیں، اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ''تیہ'' کے میدان میں اُن (بنی اسرائیلیوں) کی غذا ''کَمْأَةُ'' مقرر کی تھی، اور ''کَمْأَةُ'' روٹی کے قائم مقام تھا، اور اُن کا سالن ''سلویٰ'' کو مقرر کیا تھا، اور یہ سلویٰ گوشت کے قائم مقام تھا، اور اُن کے لئے میٹھی چیز وہ شبنم (اوس نما خوبصورت چیز) تھی، جو درختوں سے گرتی تھی، اور یہ شبنم میٹھے کے قائم مقام تھی، اس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کے کھانے کو مکمل فرمایا۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر غور کیجئے کہ ''کَمْأَةُ، اُس مَن (کی قسم میں) سے ہے، جو اللہ نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا''، گویا کہ ''کَمْأَةُ'' کو مَن کی جنس میں سے

ایک قسم قرار دیا، اور ترنجبین جو درختوں پر گرتی ہے، وہ بھی مَن ہی کی ایک قسم ہے، پھر بعد میں ''کَمْأَۃُ'' پر ہی مَن کے لفظ کا استعمال عام طور پر ہونے لگا۔

(اور ''کَمْأَۃُ، مَنّ'' کی قسم میں سے ہے'' اس کی تفسیر میں) دوسری رائے یہ ہے کہ وہ مَنّ جو آسمان سے نازل کیا گیا تھا (حدیث میں) ''کَمْأَۃُ'' کو اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، اس لئے کہ (آسمان سے نازل ہونے والے ''مَنّ'' کی طرح) ''کَمْأَۃُ'' بھی بغیر تھکن کے، اور بغیر مشقت کے اور بغیر کھیتی کیے اور بغیر پانی دیے حاصل ہوتا ہے۔

اور اگر آپ (سوال میں یہ) کہو کہ اگر ''کَمْأَۃُ'' کی صفات کی یہ شان ہے، تو پھر اس میں مذکورہ نقصانات ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اور یہ نقصانات ''کَمْأَۃُ'' میں کہاں سے آئے؟

تو (اس کے جواب میں) سمجھ لو کہ اللہ سبحانہٗ کی ہر کاریگری (اور مخلوق) میں کمال ہے، اور اللہ سبحانہٗ نے اپنی ہر مخلوق کو بہترین طور پر پیدا کیا ہے، تو یہ ''کَمْأَۃُ'' بھی اپنی اولین پیدائش کے اعتبار سے ہر قسم کی آفات اور نقصانات سے پاک تھی، اور جن مقاصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا تھا، اُس میں پورے طور پر فائدہ مند تھی، البتہ بعد میں جو دوسرے نقصانات ''کَمْأَۃُ'' کے اندر پیدا ہو گئے ہیں، وہ ''کَمْأَۃُ'' کے قُرب وجوار میں موجود دوسری مزاج والی چیزوں کے اس کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے، یا ''کَمْأَۃُ'' کو خراب کرنے والے دوسرے اسباب کی وجہ سے ہے، چنانچہ اگر آپ ''کَمْأَۃُ'' کو خراب کرنے والے اسباب سے بچا کر اس کی اصلی خِلقت پر ہی رکھو، تو یہ نقصان دہ نہیں ہے............[1]

---

[1] احادیث میں ہے کہ ''کَمْأَۃُ'' بنی اسرائیل پر نازل ہونے والے ''مَن'' میں سے ہے، اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے، اس کے باوجود اطباء مثلاً ابوزکریا رازی، یا ابنِ سینا وغیرہ نے ''کَمْأَۃُ'' کے اندر پائے جانے والے نقصانات کا ذکر کیا ہے۔

جس کے مختلف اہلِ علم نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف جوابات دیے ہیں۔

چنانچہ بعض اہلِ علم نے فرمایا کہ ''کَمْأَۃُ'' اپنی ذات کے اعتبار سے بے ضَرَر اور غیر نقصان دہ ہے، اور انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے اس کے اندر ضَرَر اور نقصان پیدا ہوا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور (نبی) صلی اللہ علیہ وسلم کی ''کَمْـأَةُ'' سے متعلق حدیث میں یہ فرمان کہ ''اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے'' اس کی تفسیر میں تین طرح کی آراء ہیں:

ان آراء میں سے پہلی رائے یہ ہے کہ ''کَمْأَةُ'' کے پانی کو آنکھ کے علاج میں استعمال ہونے والی دوسری دوائیوں کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے، خالص ''کَمْأَةُ'' کے پانی کو استعمال نہ کیا جائے، یہ بات ابوعبید نے ذکر کی ہے۔

دوسری رائے یہ ہے کہ ''کَمْأَةُ'' کو آگ پر سینکا جائے، اور اس کے بعد اس کے خالص پانی کو (آنکھ کے علاج میں) استعمال کیا جائے، اس لئے کہ آگ اسے پکا کر لطیف ونرم کردے گی، اور اس کے فضلات اور نقصان دہ مواد کو پگھلا دے گی، اور اس کے مفید

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اسی طرح بعض اہلِ علم نے زمین سے ''کَمْأَةُ'' کے حاصل ہونے والے مقام کا اعتبار کرتے ہوئے فرمایا کہ زمین کے صاف اور زرخیز مقام سے حاصل ہونے والی ''کَمْـأَةُ'' مفید ہے، اور زمین کے خراب مقام سے حاصل ہونے والی یا اس مقام کے قُرب وجوار میں موجود دوسرے مزاج والی چیزوں کے ''کَمْأَةُ'' کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے اس کو غیر مفید یا ضرر رساں بنادیتی ہے۔

جبکہ بعض اہلِ علم کے مطابق کسی چیز کا مفید یا مُضِر ہونا اس کے طریقۂ استعمال پر منحصر ہے، اور طریقۂ استعمال میں کسی بھی چیز کے مزاج اور اس کو استعمال کرنے والے انسان کے مزاج کو پیشِ نظر رکھنا اولین اُصول ہے، جیسا کہ ایک حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " :يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ فَيَقُولُ :نَكْسِرُ حَرَّ هَذَا بِبَرْدِ هَذَا، وَبَرْدَ هَذَا بِحَرِّ هَذَا (ابوداؤد، رقم الحديث ٣٨٣٦، باب فى الجمع بين لونين فى الأكل)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بِـطِّيْـخُ (یعنی خربوزہ یا تربوز) کو تر کھجور کے ساتھ کھایا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم بِـطِّيْخُ (یعنی خربوزہ یا تربوز) کی ٹھنڈک کو کھجور کی گرمی سے اور کھجور کی گرمی کو بِـطِّيْخُ (یعنی خربوزہ یا تربوز) کی ٹھنڈک سے توڑتے ہیں (ابوداؤد)

لہٰذا کسی بھی چیز کے استعمال میں اس کے مزاج اور اس چیز کے استعمال میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، چنانچہ روٹی بھی اگر اعتدال سے زیادہ کھائی جائے، تو تکلیف کا باعث ہوسکتی ہے، اسی طرح مزاج کے خلاف کسی چیز کا کھانا، پینا بھی نقصان دہ ہے، انسان کو کسی بھی چیز کے فوائد کو حاصل کرنے اور اس کے نقصانات سے بچنے کے لئے اس کے انتخاب اور اس کی مقدار کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، تب ہی وہ چیز فائدہ مند ہوسکتی ہے (طبِ نبوی اور جدید سائنس، جلد اول، صفحہ 295، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب، اُردو بازار، لاہور)

مزید براں طبی اعتبار سے ہر قسم کی غذا ودواء کا اپنا ایک مخصوص مزاج ہے، اور ہر مزاج کے مختلف درجات ہیں، لہٰذا کسی بھی چیز کو اس کے مزاج کو ملحوظ رکھ کر استعمال کرنا ہی، اس کے استعمال کا صحیح طریقہ ہے، اس اعتبار سے کوئی بھی چیز اپنی ذات کے اعتبار سے نقصان دہ نہیں، بلکہ طریقۂ استعمال کے اعتبار سے مفید یا مضر ہوسکتی ہے، چنانچہ بعض امراض کا علاج سمّی ادویہ سے بھی کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ جن احادیث میں ''کَمْأَةُ'' کے پانی کو آنکھ کی شفاء قرار دیا گیا ہے، اُن میں ''کَمْأَةُ'' کا آنکھ کے لیے طبی استعمال بیان ہوا ہے، نہ کہ غذائی استعمال، لہٰذا ''کَمْأَةُ'' کے معدہ وغیرہ کے لئے نقصان دہ ہونا، بظاہر مذکورہ احادیث کے خلاف معلوم نہیں ہوتا۔

اجزاء باقی رہنے دے گی۔

تیسری رائے یہ ہے کہ ''کَمْأَةٌ'' کے پانی سے مراد وہ پانی ہے، جو اس کی پیدائش کے بعد پہلی بارش کے ذریعہ زمین پر اُترے، اس اعتبار سے پانی کی نسبت ''کَمْأَةٌ'' کے ساتھ اصلی وحقیقی پانی کے اعتبار سے ہے، نہ کہ خود ''کَمْأَةٌ'' کا پانی مراد ہے، یہ بات ابنِ جوزی نے بیان کی ہے، اور یہ انتہائی دُور کی سوچ اور سب سے کمزور بات ہے۔

اور (''کَمْأَةٌ'' کے پانی کی تفسیر میں) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر ''کَمْأَةٌ'' کا پانی آنکھ کی تکلیف میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے استعمال کیا جائے، تو پھر صرف اس کا خالص پانی ہی شفاء ہے، اور اگر (''کَمْأَةٌ'' کا پانی آنکھ میں) کسی اور مقصد کے لئے ڈالنا ہو تو پھر کسی دوسری دوائی کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے (کیونکہ ''کَمْأَةٌ'' کا مزاج سرد ہے، لہٰذا طب کے قانون واُصول کے مطابق حرارت کی وجہ سے آنکھ میں ہونے والی تکلیف میں تو خالص پانی مفید ہے، اور اگر آنکھ کی تکلیف کا سبب حرارت کے علاوہ کوئی اور ہو، تو پھر مرض کے مزاج کے مطابق ''کَمْأَةٌ'' کے پانی میں دوسری دواء ڈالی جائے گی)

اور غافقی نے فرمایا کہ ''کَمْأَةٌ'' کا پانی آنکھ کی دوائیوں میں سب سے اچھا ہے، جبکہ اسے اثمد کے ساتھ ملا کر تیار کیا جائے، اور اس کا سُرمہ لگایا جائے، یہ آنکھوں کی پلکوں کو مضبوط کرتا ہے، اور بینائی کی طاقتوں کو یکجا کر کے زیادہ کرتا ہے، اور آنکھوں کے آنے والے نئے نئے امراض کو دُور کرتا ہے (زادُالمعاد)

(اصل عبارت کے لئے ملاحظہ ہو: زاد المعاد، ج۴، ص ۳۲۹، الیٰ ص ۳۳۴، القسم الثانی والثالث هديه صلى الله عليه وسلم فى العلاج بالأدوية الروحانية الإلهية المفردة والمركبة منها ومن الأدوية الطبيعية، فصل فى ذكر شىء من الأدوية والأغذية المفردة التى جائت على لسانه صلى الله عليه وسلم مرتبة على حروف المعجم، حرف الكاف، كمأة)

ادارہ غفران میں قمری مہینوں کی 17، 19، اور 21 تاریخوں میں حجامہ کیا جاتا ہے۔

حجامہ کے لئے تشریف لانے والے حضرات مندرجہ ذیل فون نمبر پر وقت لے کر تشریف لائیں۔

حکیم مفتی محمد ناصر صاحب: 051-5507270 0333-5365830

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب وروز

□...... 16/ 23/ 30/ جمادی الاخریٰ اور 7/ رجب 1440 ہجری بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 18/ 25/ جمادی الاخریٰ اور/ 2/ و 9/ رجب 1440 ہجری بروز اتوار، مفتی صاحب مدیر کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 23/ جمادی الاخریٰ بروز جمعہ، مولانا محمد ریحان صاحب (ابنِ مفتی صاحب مدیر) کے یہاں بیٹی کی وِلادت ہوئی ''فروہ'' نام تجویز ہوا، اللہ تعالیٰ نومولودہ کو والدین کے لئے قرۃ عین بنائے، آمین۔

□...... 27/ جمادی الاخریٰ بروز منگل، مولانا محمد ریحان صاحب نے بیٹی کی وِلادت کی خوشی میں اساتذۂ ادارہ کے لئے ضیافت کا اہتمام کیا۔

□...... 27/ جمادی الاخریٰ بروز منگل، بعد ظہر، مولانا سہیل صاحب (الصفہ ٹرسٹ، برائے تحقیق وتعلیم، لاہور) تشریف لائے، حضرت مدیر صاحب سے ملاقات کی۔

□...... 26/ جمادی الاخریٰ بروز پیر، بعد ظہر، ادارہ میں حکیم قاری محمد اقبال صاحب نے بعض مریضوں کا طبی معائنہ کیا۔

□...... یکم/ رجب المرجب، بروز ہفتہ، بعد عشاء، حضرت مدیر صاحب کا، مولانا ضیاء الحسنین صاحب (مہتمم: مدرسہ انوار القرآن، جھاٹلہ، تحصیل تلہ گنگ، ضلع چکوال) کی دعوت پر ان کے مدرسہ میں بیان ہوا۔

□...... 10/ رجب المرجب، بروز پیر، حضرت مدیر صاحب نے جناب محمد طارق صاحب (کوہاٹی بازار، راولپنڈی) کی والدہ کا جنازہ پڑھایا۔

□...... 24/ جمادی الاخریٰ (2/ مارچ) بروز ہفتہ تعمیرِ پاکستان سکول میں سالانہ امتحانات 19-2018 کے نتائج کا دن تھا، نتائج کی فراہمی کے ساتھ امتیازی کارکردگی والے طلبہ کو شیلڈز، میڈلز اور دیگر انعامات دیئے گئے، اور 25/26/27 جمادی الاخریٰ (3/4/5 مارچ) طلبہ کو نئی جماعتوں کا نصاب فراہم کیا گیا، 28/ جمادی الاخریٰ (6/ مارچ) بروز بدھ سے تعمیرِ پاکستان سکول میں نئے تعلیمی سال 20-2019 کا آغاز ہوا۔

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21 /فروری/ 2019ء/ 15 / جمادی الثانی / 1440ھ: پاکستان: عازمینِ حج کے پاسپورٹ سفارتخانے بھجوانے کی پابندی ختم، ای سسٹم کے تحت ویزا گھر پہنچا دیا جائے گا، عازمینِ حج سعودی ایئرپورٹس پر انتظار کی کوفت سے بچ جائیں گے بھارت: جنونی ہندوؤں نے جے پور کی جیل میں پاکستانی قیدی کو پتھر اور ڈنڈے مار کر شہید کر دیا آمدن سے زائد اثاثے، نیب نے اسپیکر سندھ اسمبلی آغا سراج درانی کو گرفتار کر لیا 22 /فروری: پاکستان: درآمدی غذائی مصنوعات پر حلال سرٹیفکیشن کے لوگو، اجزائے ترکیبی کی پرنٹنگ لازمی قرار، شپمنٹ کو بھی حلال سرٹیفکیشن اتھارٹی و باڈی سے مشروط کر دیا، وزارتِ تجارت کا نوٹیفکیشن جاری وزارتِ داخلہ نے اپوزیشن لیڈر اور مسلم لیگ ن کے صدر شہباز شریف کا ای سی ایل میں ڈال دیا عالمی عدالت میں کلبھوشن کیس کی سماعت مکمل، فیصلہ محفوظ، جون میں سنانے کا امکان 23 /فروری: پاکستان: بھارتی جنگی جنون، بھارت کو منہ توڑ جواب دیا جائے، وزیرِ اعظم نے فوج کو اختیار دے دیا جارحیت کا اسی شدت سے جواب دیا جائے گا، آرمی چیف 24 /فروری: پاکستان: اسلام آباد ہائیکورٹ نے عوامی سطح پر ویلنٹائن ڈے منانے پر ہمیشہ کے لیے پابندی لگا دی، پیمرا کی جانب سے عدالتی حکم عمل درآمد کے لیے نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا 25 /فروری: پاکستان: غیر ملکی قرضے 99 ارب 11 کروڑ ہو گئے، رواں سال کی دوسری سہ ماہی میں بیرونی قرضے 2 ارب 37 کروڑ ڈالر بڑھے، سٹیٹ بینک 26 /فروری: پاکستان: اسلام آباد ہائیکورٹ، نواز شریف کی درخواست ضمانت مسترد، واپس جیل منتقل 27 /فروری: پاکستان: سعودی عرب میں قید 2107 پاکستانیوں کو رہائی کا پروانہ مل گیا، پاکستانی سفارتخانے کو واپسی کے لیے اقدامات کی ہدایت، دنیا بھر کی جیلوں میں 12 ہزار پاکستانی قید، ساڑھے چھ ہزار خلیجی ممالک، 1842 یونان، 582 بھارت، 242 چین میں قید ہیں، وزارت سمندر پار پاکستانیز کا قیدیوں کی رہائی کا معاملہ کابینہ اجلاس میں اٹھانے کا فیصلہ، قانونی معاونت کے لیے 4.3 ملین ڈالر کی سمری تیار بھارتی طیاروں کی دراندازی، پاک فضائیہ نے بھرپور وقت کاروائی کر کے بھاگنے پر مجبور کر دیا 28 /فروری: پاکستان: پاک فضائیہ نے 2 دراندازی بھارتی طیارے مار گرائے، پائلٹ گرفتار، ونگ کمانڈر ابھی نندن میڈیا کے سامنے پیش پاکستان کا حیران کن جواب، پاک فضائیہ نے مقبوضہ وادی میں 6 بھارتی فوجی اہداف کو لاک کیا، ساتھ خالی جگہ کو نشانہ بنایا، بڈگام میں بھارتی ہیلی کوپٹر گر کر تباہ، 7 ہلاک، جنگ کی طرف جانا نہیں چاہتے، واضح وارننگ دے کر دن کی روشنی میں کاروائی کی،

ترجمان دفتر خارجہ ✍ / مارچ: پاکستان: وزیراعظم عمران خان کا ن امن کے لیے بھارتی پائلٹ کو رہا کرنے کا اعلان، بھارتی سیاستدانوں اور عوام کا خیر مقدم، مودی حکومت خاموش ✍2 / مارچ: پاکستان: کسی بھی بھارتی جارحیت کا جواب ضرور دیا جائے گا، جنرل باجوہ، امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا کے فوجی حکام سے رابطے ✍ گرفتار بھارتی پائلٹ بھارت کے حوالے، پاکستانی فوج پروفیشنل، بہت متاثر ہوا، ویڈیو بیان ✍3 / مارچ: پاکستان: ایل اوسی، پاک فوج کے 2جوان شہید، 8بھارتی فوجی ہلاک پاکستان میں بھارتی دراندازی پر اظہارِ تشویش، بھارت طاقت کے استعمال سے گریز کرے، اوآئی سی ✍4 / مارچ: پاکستان: اوکاڑہ، رینالہ خورد، ہینڈفری لگا کر موبائل فون سننے والا نوجوان ٹرین تلے کچلا گیا ✍5 / مارچ: پاکستان: چیف جسٹس آف پاکستان کا جھوٹی گواہی کی مکمل بیخ کنی کا اعلان، آج سے جھوٹے گواہوں کے خلاف مکمل کاروائی کا حکم ✍ جے ایف 17 تھنڈر نے دنیا بھر میں دھاک بٹھادی، اپنی پہلی حقیقی لڑائی جیت گیا، چینی کمپنی کے شیئرز میں اضافہ، 5منٹ میں 10فیصد تک بڑھ گئے، کئی ممالک کی خریدنے کی خواہش، پاکستان چین کی تکنیکی اور لاجسٹک معاونت کے بغیر سالانہ 25جے ایف 17 تیار کرسکتا ہے، عالمی جریدے بھی معترف ✍6 / مارچ: پاکستان: فضائی ہزیمت کے بعد سمندری محاذ پر بھی ناکامی، پاک بحریہ نے بھارتی آبدوز کی دراندازی روک دی، پاک بحریہ نے جدید ٹیکنالوجی سے لیس بھارتی آبدوز کا سمندری حدود میں سراغ لگایا، اور وارننگ دے کر واپس جانے پر مجبور کردیا ✍7 / مارچ: پاکستان: قومی اسمبلی میں منی بجٹ منظور ✍ پی آئی اے اور اسٹیل ملز سمیت 48اداروں کی نجکاری کا فیصلہ ✍8 / مارچ: پاکستان: قومی سلامی معاملات، حکومت کا اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلنے کا فیصلہ ✍9 / مارچ: ترکی: استنبول میں ترکی کی سب سے بڑی مسجد کا افتتاح، 6سال کے عرصے میں کام مکمل کیا گیا، 63ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے ✍10 / مارچ: پاکستان: پاک بھارت سفارتی تعلقات بحال، ہائی کمشنر اسلام آباد اور دہلی پہنچ گئے ✍11 / مارچ: پاکستان: الیکشن کمیشن، رجسٹرڈ ووٹرز کی تعداد 10 کروڑ 77لاکھ سے متجاوز، عام انتخابات 2018ء کے بعد سے 17لاکھ سے زاید نئے ووٹرز رجسٹر ہوئے ✍12 / مارچ: پاکستان: قبائلی اضلاع میں عدالتی کاروائیوں کا باضابطہ آغاز، 4ججوں نے چارج سنبھال لیا بے نامی اکاؤنٹس کی رقم ضبط ہوسکے گی، نیا قانون نافذ، بے نامی جائیداد کی نشاندہی پر 2لاکھ روپے تک انعام بھی دیا جائے گا، نوٹیفکیشن جاری ✍13 / مارچ: پاکستان: جے ایف 17 تھنڈر سے طویل فاصلے تک مار کرنے والے ملکی ساختہ میزائل کا کامیاب تجربہ ✍ حج 2019ء کی قرعہ اندازی، ایک لاکھ 7ہزار 526خوش نصیبوں کا انتخاب ✍14 / مارچ: پاکستان: موبائل فونز کی چوری روکنے میں معاون اپیلی کیشن تیار،

GADGET_E مانیٹرنگ سسٹم ایپ کو آسانی سے ڈاؤن لوڈ کیا جاسکے گا، ایپ میں خریدار اور دوکاندار کی تصویر ہوگی، فون چوری یا چھینے جانے پر پولیس کو الرٹ جاری ہوجائے گا، پنجاب انفارمیشن ٹیکنالوجی بورڈ ✍ 15 / مارچ: پاکستان: پاکستان نے آن لائن ویزہ پالیسی جاری کردی، 175 ممالک کو سہولت حاصل ہوگی ✍ 16 / مارچ: نیوزی لینڈ: 28 سالہ انتہاء پسند حملہ آور آسٹریلوی شہری کی 2 مساجد میں فائرنگ، 49 نمازی شہید، 2 پاکستانی بھی شامل، ہیلمٹ میں لگے کیمرے سے لائیو وڈیو بھی بناتا رہا ✍ پاکستان، ترکی، ملائیشیا، ایران، افغانستان، او آئی سی، ٹرمپ، پیوٹن، تھریسا مے اور دیگر کی مذمت ✍ 17 / مارچ: پاکستان: ایف اے ٹی ایف، موبائل فونز اور پاکستان پوسٹ ترسیلات کی مانیٹرنگ کا فیصلہ 12 ارب ڈالر کا قرضہ، پاکستان اور آئی ایم ایف میں معاملات حتمی مراحل میں داخل ✍ 18 / مارچ: پاکستان: سانحہ نیوزی لینڈ، مزید 3 پاکستانی شہید، آج یوم سوگ کا اعلان، 22 مارچ کو او آئی سی اجلاس طلب ✍ 19 / ہالینڈ: مسافروں سے بھری ٹرام پر فائرنگ، 4 ہلاک، 8 زخمی، حملہ آور باآسانی فرار ✍ 20 / مارچ: پاکستان: اسلام آباد، وفاقی کابینہ اجلاس، گیس صارفین سے وصول اضافی ڈھائی ارب واپس کرنے کا فیصلہ، 290 ارب کا زرعی ایمرجنسی پروگرام، ایف بی آر میں اصلاحات کا مجوزہ پلان بھی منظور۔

پروپرائیٹر: پرویز اعوان

Awami Poultry

Hole sale center

عوامی پولٹری ہول سیل سینٹر

ہمارے ہاں مرغی کا مکمل سپیئر پارٹس دستیاب ہے، مثلاً گردن، پوٹا کلیجی، وینگ، لیگ پیس اور بون لیس وغیرہ دستیاب ہیں

تھوک و پرچون ہول سیل ڈیلر

نیز شادی بیاہ میں مال منڈی ریٹ پر دستیاب ہے

مین روڈ، رتہ امرال، راولپنڈی 0336-5478516 0321-5055398

قرآن تھراپی | ہومیوپیتھی | طب نبویؐ | حجامہ

قرآن تھراپی سنٹر کے تحت تمام مریضوں کیلیے
خصوصی رعایت

حجامہ

حجامہ کا پہلا پوائنٹ -/500 روپے اور اسکے بعد کے تمام
پوائنٹ -/300 روپے میں

مائیگرین | درد شقیقہ | کمر درد | لقوہ
فالج | شوگر | نیند کا نہ آنا | ڈپریشن
خون کے امراض | معدہ جگر کے امراض | ذہنی نفسیاتی امراض | مہروں کے درد

''اس میں روحانی اور جسمانی دونوں امراض کا علاج ہے''
حفظانِ صحت کے تمام اصولوں کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔

خواتین کیلیے لیڈی ڈاکٹر

جدید تشخیصی نظام

آپکے خون کا ایک قطرہ آپکے جسم میں چھپی تمام بیماریوں کی نشاندہی کر سکتا ہے

تشریف لانے سے پہلے وقت ضرور لیں | کلینک ٹائمنگ صبح 9 بجے تا شام 6 بجے

قرآن تھراپی سنٹر سید پور روڈ حیدری چوک راولپنڈی بالمقابل عائشہ ہاسپٹل (ناغہ جمعہ، ہفتہ)

لاہور کلینک: گارڈن ٹاؤن ابوبکر بلاک 77/B (بروز ہفتہ)

0300-5208331-0300-5208331

طب نبویؐ کی تمام پراڈکٹس دستیاب ہے۔ خالص شہد بیری، زیتون کا تیل، خالص زیتون، کلونجی، سنا مکی، تلبینہ وغیرہ

لذیذہ مرغ پلاؤ®

Laziza Murgh Pulao®

Laziza Murgh Pulao®

لذیذہ مرغ پلاؤ®

Murgh Pulao
Pulao Kabab

برانچ:
چوک آفندی کالونی، صادق آباد، راولپنڈی
051-8489611
0300-9877045

Website for Order:
www.lazizamurghpulao.com
Contact All Branches:
51-8489511 , 0310-4043333

برانچ: النور پلازہ، نزد شیل پٹرول پمپ، مین اڈیالہ روڈ، راولپنڈی
051-8772884 0334-8082229
برانچ: سلمان شہید روڈ، آفندی کالونی، چوک صادق آباد، راولپنڈی

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (ترمذی)

ترجمہ: تم جس چیز سے (بیماریوں کی) دواء وعلاج کرتے ہو، اُس میں افضل چیز حجامہ ہے، یا یہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواء حجامہ ہے (ترمذی، بخاری، مسلم)

سنت بھی علاج بھی

الحجامہ کلینک

ان بیماریوں کا بہترین علاج

پچھنے لگوانے میں روحانی وجسمانی دونوں بیماریوں کی شفا ہے

جسم کا درد | ڈپریشن | ہائی بلڈ پریشر | عرق النساء | بواسیر

موٹاپا | گھنٹیا | یرقان | دردِ شقیقہ | بانجھ پن

ہارمونز کا مسئلہ | یورک ایسڈ | معدہ | شوگر | جوڑوں کا درد

جسم کا سُن ہوجانا | کولیسٹرول

اس کے علاوہ 72 بیماریوں کا علاج

APS

علاج برائے خواتین

مسز عمران رشید (Cupping Therapist)

Diploma Holded of Cupping Therapy(Hijamah)

Executive Member : Hijamh Aps Fourm

مکان نمبر NE-786، ڈاک خانہ ٹیوب ویل والی گلی نمبر 4، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی۔

فون نمبر: 0321-5349001-0331-5534900

علاج برائے مرد حضرات

شہریار صاحب

فیز 8، بحریہ ٹاؤن، راولپنڈی فون 0313-9524191

زیرِ انتظام

عمران رشید، ڈھوک فرمان علی، راولپنڈی ۔فون 0333-5187568

Shaikh Ahsan
0314-5165152

Shaikh M. Usman
0321-5593837

Classic Electronics

Deals in :Computer Networking,
Cable & Accessories

TP-LINK
The Reliable Choice
Authorized Dealer in Pakistan

CISCO
UBIQUITI NETWORKS
D-Link Building Networks for People
Baynet Advance Network Products
MikroTik
netis
Tenda
BAYLAN
TOTOLINK The Smartest Network Device

Shop # 3,G/F, TM Plaza
D.A.V. College Road,Rawalpindi
Tell: 051-5775571-2. Cell: 0314-5165152

مدیر: بابا جی عبدالشکور

راولپنڈی کا سب سے بڑا اور پرانا کتب خانہ

کتب خانہ رشیدیہ

ہمارے ہاں ہر قسم کی دینی کتب

قرآن پاک تفاسیر

احادیث فقہ

تاریخ اصلاحی کتب

درسی کتب اور شروحات

اور بیروت کی کتب

دستیاب ہیں

کتب خانہ اپنی پرانی جگہ (دار العلوم تعلیم القرآن، مدینہ مارکیٹ) منتقل ہوگیا ہے

راجہ بازار مدینہ مارکیٹ راولپنڈی

فون: 0321-5879002 051-5771798